بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ نزل احسن الحدیث
نضر الله امرءًا اسمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه
ماهنامه
الحدیث
حضرو
شمارہ نمبر
98
مدیر: حافظ زبیر علی زئی
شوال ۱۴۳۳ھ ستمبر ۲۰۱۲ء
دیوبندی عقائد کا مختصر تحقیقی جائزہ
ظہور احمد کی دس (۱۰) دورخیاں اور دوغلی پالیسیاں
آلِ دیوبند کے غلط حوالے
سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سورۃ فاتحہ کے متعلق ایک اثر۔۔۔
توہین آمیز فلمیں اور ڈرامے
مکتبۃ الحدیث
حضرو اٹک: پاکستان
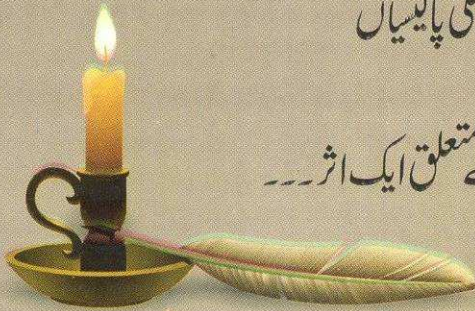
انسان کا آغاز وانجام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾

پھر ہم نے اسے نُطفہ بنادیا قرار کی مضبوط ومحفوظ جگہ میں۔ (المومنون:۱۳)

فقہ القرآن:

① اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مٹی سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کی پسلی سے اُن کی زوجہ حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا، پھر دونوں سے دنیا میں انسانی نسل پھیلا دی۔
اس کے مخالف ڈارون یہودی کی خودساختہ تھیوری اور ارتقاء کے تمام دعوے باطل ہیں۔

② آدم وحوا علیہما السلام کے بعد تمام انسانوں مردعورت کے ملاپ اور رحم مادر میں مرد کے نطفے سے پیدا ہوتے ہیں، سوائے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے، انھیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے صرف کنواری مریم علیہا السلام سے پیدا فرمایا۔ ③ عام دلیل کو خاص یا استثنائی دلیل کے مقابلے میں پیش کرنا باطل ہے۔

④ قرارِ مکین سے ماں کا رحم مراد ہے، جہاں پیدائش تک حفاظت سے رہتا ہے۔

⑤ قرآن مجید میں نطفے (قطرۂ منویہ) کو ﴿مَآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ حقیر پانی (السجدہ:۸) بھی کہا گیا ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں جماع کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! "إذا لم یر فیه أذیً" جب اس میں اذی (گندگی) نہ دیکھتے۔

(سنن ابی داود: ۳۶۶ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۷۷۶ وابن حبان: ۲۳۷)

ان دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور ہمارے نزدیک یہی بات راجح ہے۔ (نیز دیکھئے توضیح الاحکام ۱/ ۲۱۰۔۲۱۲)

⑥ ہر انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ یاد رکھے: اس کا آغاز ایک حقیر قطرے سے ہوا ہے اور انجام مٹی میں مل جانا ہے، لہٰذا ساری زندگی قرآن وحدیث کی اطاعت میں گزارے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

ماہنامہ الحدیث حضرو

جلد: 9 | شوال ۱۴۳۳ھ ستمبر ۲۰۱۲ء | شمارہ: 9

معاونین
حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
ابو جابر عبداللہ دامانوی
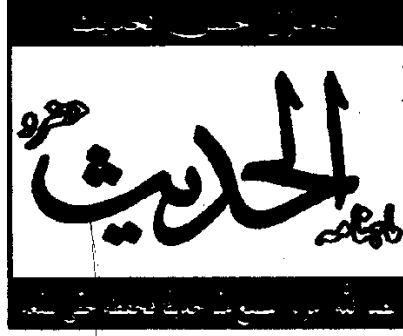
قیمت
فی شمارہ : 25 روپے
سالانہ : 300 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
400 روپے

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

حافظ شیر محمد
0300-5288783

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

اس شمارے میں

۳۲۳) وعن عائشة قالت: كان النبي ﷺ يقبّل بعض أزواجه ثم يصلي ولا يتوضأ. رواه أبو داود، والترمذي، والنسائي، وابن ماجه.

وقال الترمذي: لا يصح عند أصحابنا بحالٍ، إسناد عروة عن عائشة، وأيضًا إسناد إبراهيم التيمي عنها.

وقال أبو داود: هذا مرسل، و إبراهيم التيمي لم يسمع من عائشة.

عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیتے پھر نماز پڑھتے اور (دوبارہ) وضو نہیں کرتے تھے۔ اسے ابوداود (۱۷۸، ۱۷۹) ترمذی (۸۶) نسائی (۱/۱۰۴ ح ۱۷۰) اور ابن ماجہ (۵۰۲) نے روایت کیا ہے۔

اور (امام) ترمذی نے فرمایا: ہمارے ساتھیوں (محدثین) کے نزدیک نہ تو عروہ کی عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت صحیح ہے اور نہ اُن سے ابراہیم التیمی کی روایت صحیح ہے۔

ابوداود نے فرمایا: یہ مرسل (منقطع روایت) ہے اور ابراہیم التیمی نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے (کچھ) نہیں سنا۔

تحقیق الحدیث: یہ روایت ضعیف ہے۔

اس روایت کی تمام سندیں اور شواہد ضعیف و مردود ہیں، جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱: ابراہیم التیمی کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقطع روایت (سنن ابی داود: ۱۷۸، سنن نسائی: ۱۷۰)

۲: دوسری سند جس میں سلیمان بن مہران الاعمش اور حبیب بن ابی ثابت دونوں مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۷۹، سنن ترمذی: ۸۶، سنن ابن ماجہ: ۵۰۲)

۳: عبدالکریم بن مالک الجزری کی عطاء سے روایت

(سنن دارقطنی ۱/۱۳۷ ح ۴۸۶، مسند البزار بحوالہ نصب الرایہ ۱/۷۱)

عبدالکریم بن مالک کی عطاء سے روایت ردی ہوتی ہے۔
دیکھئے الکامل لابن عدی (۵/ ۱۹۷۹، دوسرا نسخہ ۷/ ۴۲ وسندہ حسن، عبدالملک بن محمد الرقاشی صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور)
لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

۴: الاعمش عن اصحاب لہ عن عروۃ المزنی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ (سنن ابی داود: ۱۸۰)
اس میں اعمش مدلس اور اصحاب لہ مجہول ہیں، نیز علتِ ثالثہ بھی ہے۔

۵: حجاج بن ارطاۃ کی روایت (سنن ابن ماجہ: ۵۰۳)
اس میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف مدلس ہے اور سند معنعن (عن سے) ہے۔

۶: حاجب بن سلیمان کی روایت (سنن دارقطنی ۱/ ۱۳۶ ح ۴۸۲)
امام دارقطنی نے فرمایا: اس روایت میں حاجب (بن سلیمان) نے وکیع (بن الجراح) سے تفرد کیا اور اسے غلطی لگی ہے۔

یہ سب روایات ضعیف ومعلول ہیں، لہٰذا یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔
امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**وليس يصح عن النبي ﷺ في هذا الباب شئ**''
اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ (سنن ترمذی: ۸۶)
علامہ ابن حزم اندلسی نے کہا: ''**وهذا حديث لايصح**....'' اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے....
(المحلی ج ۱ ص ۲۴۵ مسئلہ ۱۶۵)

ثابت ہوا کہ اس روایت کو ضعیف + ضعیف کر کے بعض علماء کا حسن یا صحیح قرار دینا غلط ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام ترمذی اور علامہ ابن حزم دونوں ضعیف + ضعیف والی مرّوجہ ''حسن لغیرہ'' روایت کو حسن یا صحیح نہیں بلکہ صرف ضعیف ہی سمجھتے تھے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۸۶

۳۲۴) وعن ابن عباس قال: أكل رسول الله ﷺ كتفًا ثم مسح يده بمسح كان تحته، ثم قام فصلى. رواه أبو داود، و ابن ماجه.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بکری کے) کندھے کا گوشت کھایا، پھر اپنے (دائیں) ہاتھ کو ٹاٹ پر مل کر صاف کیا جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے پھر اٹھ کر نماز پڑھی یا پڑھائی۔

اسے ابوداود (۱۸۹) اور ابن ماجہ (۴۸۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں ایک علتِ قادحہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سماک بن حرب کی عکرمہ رحمہما اللہ سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۵/ ۲۴۸) اور انوار الصحیفہ (ص۸۵/ د ۲۲۳۸)

یہ روایت چونکہ سماک عن عکرمہ کی سند سے ہے، لہٰذا مذکورہ خاص جرح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فائدہ: سماک بن حرب کی عکرمہ کے علاوہ دوسرے راویوں سے روایات صحیح یا حسن ہوتی ہیں، بشرطیکہ دو شرطیں موجود ہوں:

۱: روایت سماک کے اختلاط سے پہلے کی ہو۔

۲: سماک کا استاد ثقہ یا صدوق ہو۔

۳۲۵) وعن أم سلمة، أنها قالت: قرّبت إلى النبي ﷺ جنبًا مشويًا فأكل منه، ثم قام إلى الصلاة ولم يتوضأ. رواه أحمد.

اور اُمّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلو کا بھنا ہُوا گوشت پیش کیا تو آپ نے اس میں سے کھایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔ اسے احمد (۶/ ۳۰۷ ح ۲۷۱۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ترمذی (۱۸۲۹) اور نسائی (السنن الکبریٰ: ۴۶۹۰) نے بھی روایت کیا ہے اور (امام) ترمذی نے فرمایا: ''حسن صحیح غریب''

دیوبندی عقائد کا مختصر تحقیقی جائزہ

سوال میرے ایک (دیوبندی) دوست نے مجھے ایک پرچہ (عقائد علمائے اہلسنت دیوبند) کے نام سے فوٹوسٹیٹ کروا کر دیا (جس میں عقیدہ نمبر ۳ تا ۷، عقیدہ نمبر ۹، اور عقیدہ نمبر ۲۴ لکھے ہوئے ہیں) اور (اس دیوبندی نے) کہا: ''یہ عقائد صحیح ہیں اور اہلِ حدیث حضرات ان کو نہیں مانتے۔''

میں نے سوچا کہ آپ کو خط لکھ کر آپ سے پوچھ لوں۔ میں وہ پرچہ بھی آپ کو روانہ کر رہا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ان عقائد کو قرآن وصحیح احادیث کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کا جواب تحقیق کے ساتھ دیں۔ (محمد عرفان، نئی آبادی مورگاہ۔ راولپنڈی)

الجواب مسائل الایمان وعقائد کا دارومدار چار دلائل پر ہے:

۱: قرآن مجید۔

۲: احادیث صحیحہ مرفوعہ۔

۳: ثابت شدہ اجماعِ اُمت۔

۴: آثارِ سلف صالحین۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے مراد وہ نصوص صریحہ واضحہ ہیں، جن میں اہلِ حق یعنی اہلِ سنت کے نزدیک کوئی تاویل نہیں بلکہ ظاہری معنی ہی مراد ہے مثلاً نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا، اس پر ایمان کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں اور قیامت سے پہلے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا (آسمان سے) نزول۔ وغیرہ

آثارِ سلف صالحین سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین رحمہم اللہ

یعنی خیر القرون کے وہ آثار ہیں جو صحیح یا حسن لذاتہ سندوں کے ساتھ ثابت ہیں اور ان کے مدلول پر اہلِ حق کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

خیر القرون کا زمانہ ۳۰۰ ہجری تک ختم ہے۔

خیر القرون کے بعد تدوینِ حدیث کا زمانہ تقریباً ۶۰۰ ہجری تک ہے۔

تدوینِ حدیث کے بعد شارحینِ حدیث کا زمانہ ۹۰۰ ہجری تک ہے۔

سلف صالحین سے مراد صحیح العقیدہ ثقہ وصدوق عندالجمہور علمائے اہلِ سنت ہیں اور تمام اہلِ بدعت اس جماعت حقہ سے خارج ہیں۔

جو عقیدہ یا ایمانیات کا مسئلہ ان ادلہ اربعہ سے ثابت نہیں، اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے نزدیک وہ عقیدہ باطل اور مردود ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب دیوبندی عقائد کی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳: ''وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مَس کیے ہوئے ہے۔ (یعنی چھوئے ہوئے ہے) علی الاطلاق افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ (المہند ص ۱۱، زبدۃ المناسک از رشید احمد گنگوہی)''

تحقیق: رشید احمد گنگوہی اور المہند والے خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی کے اس عقیدے کی کوئی دلیل قرآن، حدیث، اجماع اور خیر القرون کے آثار سلف صالحین میں موجود نہیں اور نہ امام ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف، ابن فرقد شیبانی یا طحاوی سے ثابت ہے۔

دیوبندی رسالے بینات کراچی اور الیاس گھمن کے قافلے (ج اشارہ :۱) میں یہ عقیدہ درج ذیل علماء کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

۱: قاضی عیاض المالکی (متوفی ۵۴۴ھ)

۲: ابو الولید الباجی (متوفی ۴۷۴ھ)

۳: علی بن احمد السمہودی، صاحب وفاء الوفاء (متوفی ۹۱۱ھ)

۴: ابو الیمن ابن عساکر (متوفی ۶۸۶ھ) ھو عبدالصمد بن عبدالوہاب واللہ اعلم / دیکھئے

اتحاف الزائرص ۳۶ ج ۱، ابوالیمن بن عساکر کی عبارت میں عرش اور کرسی کا ذکر نہیں۔

۵: التاج السبکی (متوفی ۷۷۱ھ)

۶: ابن عقیل الحنبلی

۷: التاج الفاکہی

۸: ملا علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)

۹: ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)

یہ سب لوگ خیر القرون کے بہت بعد میں گزرے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی کا قول اس کی کتاب ''الشفاء'' میں نہیں ملا، بلکہ قاضی صاحب نے تو یہ لکھا ہے: ''ولا خلاف أن موضع قبره أفضل بقاع الأرض۔'' اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی قبر کی جگہ روئے زمین (کے ہر ٹکڑے) سے افضل ہے۔

(الشفاء ج ۲/ ۹۱)

اس میں کرسی اور عرش کا نام ونشان تک نہیں اور محمد یوسف بنوری تقلیدی نے بغیر کسی سند کے بذریعہ الشفاء امام مالک سے نقل کیا ہے: ''ان البقعة التی فیها جسد النبی ﷺ أفضل من کل شيءٍ حتی الکرسي والعرش....''

(معارف السنن ۳/ ۳۲۳ دیوبندی قافلہ ۱/ ۴۸۔۴۹)

تمام آلِ دیوبند وآلِ بنوری سے مطالبہ ہے کہ یہ قول صحیح سند کے ساتھ امام مالک سے ثابت کردیں اور اگر نہ کرسکیں تو علانیہ توبہ کریں۔

ابوالولید الباجی کا قول بھی ثابت نہیں اور سمہودی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قاضی عیاض کے قول جیسا ہے، یعنی افضل بقاع الارض والا قول ہے اور ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

سمہودی تو دسویں صدی ہجری کا ایک عالم تھا۔

ابوالیمن ابن عساکر کا حوالہ نہیں ملا اور عین ممکن ہے کہ یہ قاضی عیاض کے مذکور قول

(افضل بقاع الارض) جیسا ہی ہو جیسا کہ سمہودی کی عبارت سے ظاہر ہے۔

(دیکھئے وفاء الوفاء ج ۱ص ۳۱)

سبکی کا اصل حوالہ بھی مطلوب ہے اور سمہودی کی عبارت سے ظاہر ہے کہ تاج سبکی نے ابن عقیل حنبلی سے یہ قول (أن تلك البقعة أفضل من العرش) نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

ابن عقیل الحنبلی سے مراد اگر لسان المیزان والا ابوالوفاء علی بن عقیل (سابق معتزلی) نہیں تو اس کے تعین میں نظر ہے اور اس کا اصل حوالہ بھی باسند صحیح مطلوب ہے۔ المطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہیٰ ۲/۳۸۴ میں ایسا ایک حوالہ ابوالوفاء علی بن عقیل کی کتاب الفنون سے نقل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم)

تاج فاکہی کے تعین میں بھی نظر ہے۔

یہ نو عدد نام (اور ان کے ساتھ خطیب بن جملہ اور کئی متاخرین کو بھی ملا جائے تو) ان لوگوں میں سے کوئی بھی خیر القرون میں رُوئے زمین پر موجود نہیں تھا، بلکہ ان کا ظہور شر القرون میں ہوا ہے۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلے پر دو قسم کے اجماعوں کا دعویٰ کیا گیا ہے:

اول: افضل بقاع الارض

دوم: افضل من العرش

اجماع کے ان دعووں کے مقابلے میں حافظ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے فرمایا:

"الحمد لله ،أما نفس محمد ﷺ فما خلق الله خلقاً أكرم عليه منه وأما نفس التراب فليس هو أفضل من الكعبة البيت الحرام بل الكعبة أفضل منه ولا يعرف أحد من العلماء فضل تراب القبر على الكعبة إلا القاضي عياض ولم يسبقه أحد إليه ولا وافقه أحد عليه ـ والله أعلم"

الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد ﷺ کی ذات سے افضل کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اور رہی مٹی تو یہ کعبہ سے افضل نہیں بلکہ کعبہ اس سے افضل ہے۔ قاضی عیاض کے علاوہ علماء میں سے کوئی

بھی ایسا معلوم نہیں جو قبر کی مٹی کو کعبہ پر فضیلت دیتا ہو اور اس (عیاض) سے پہلے کسی نے ایسی بات نہیں کہی اور نہ کسی نے اس کی موافقت کی ہے۔ واللہ اعلم

(مجموع فتاویٰ ج ۲۷ ص ۳۸۔ الفتاویٰ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۱۱ مسئلہ ۱۰۱۳)

حافظ ابن عبدالبر نے بھی مدینے اور مکے کی افضلیت کے بارے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے الاستذکار ج ۸ ص ۲۲۱ کتاب الجامع، باب ماجاء فی سکنی المدینۃ والخروج منھا)

سیدنا عبداللہ بن عدی بن الحمراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکے (بیت اللہ) کے بارے میں فرمایا: ((واللّٰہ !إنك لخیر أرض اللّٰہ وأحبّ أرض اللّٰہ إلیّ، واللّٰہ !لو لأني أخرجت منك ماخرجت)) اللہ کی قسم! تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ ہے، اللہ کی قسم! اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۱۰۸ وسندہ صحیح، سنن ترمذی: ۳۹۲۵ وقال: "حسن غریب صحیح" وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ۳/ ۷ ووافقہ الذہبی)

اس ساری بحث و تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ آلِ دیوبند کا مذکورہ عقیدہ نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ صحیح حدیث سے، نہ تو صحابہ کرام سے ثابت ہے اور نہ تابعین و تبع تابعین سے، نیز حافظ ابن تیمیہ کے اختلاف کے بعد اس پر اجماع کا دعویٰ بھی غلط ہے، لہٰذا اس مسئلے میں سکوت کرنا چاہیے۔

میری طرف سے تمام آلِ دیوبند سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنا یہ عقیدہ اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ سے ثابت کریں یا خیر القرون کے کسی صحیح العقیدہ موثق عند الجمہور سے ہی ثابت کردیں اور اگر نہ کرسکیں تو ایسے مسائل میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ کی قبر (حجرۂ عائشہ) روضۃ من ریاض الجنۃ (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۱۹۶، صحیح مسلم: ۱۳۹۰۔۱۳۹۱)

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴: "ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں

انبیاء علیہم السلام اور صلحاء و اولیاء شہدا و صدیقین کا توسّل جائز ہے اُن کی حیات میں بھی اور اُن کی وفات کے بعد بھی۔ اس طریقہ پر، کہ، کہے: یا اللہ! میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں، یا اس جیسے اور کلمات کہے۔

(المہند ص ۱۳، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲،) ''

تحقیق: مذکورہ عقیدے میں اموات اور مقتولین کی ذاتوں کا وسیلہ پکڑنا جائز قرار دیا گیا ہے، حالانکہ اموات و مقتولین کا وسیلہ نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے ثابت ہے، نہ تو اجماع سے ثابت ہے اور نہ آثار سلف صالحین سے، بلکہ بعض علماء نے اس کے رد پر کتابیں بھی لکھی ہیں مثلاً حافظ ابن تیمیہ نے ''قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة'' لکھا ہے اور انھوں نے اس وسیلے کی ممانعت جمہور علماء سے نقل کی ہے۔ (دیکھئے ص ۶۳)

مُردوں کا وسیلہ پکڑنا امام ابوحنیفہ سے بھی ثابت نہیں، بلکہ بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ کتبِ فقہ حنفیہ میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے:

''**لاينبغي لأحد أن يدعو الله إلا به**''

کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اللہ سے غیر اللہ کے ذریعے سے دعا مانگے۔

(ملخصاً مفہوماً از درمختار ۲/ ۶۳۰، التوسل و احکامہ للألبانی ص ۵۰)

ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ دعا میں بحق فلان اور بحق انبیائک ورسلک کہنا مکروہ ہے، کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں۔ (دیکھئے ہدایہ اخیرین ۴/ ۴۷۵ کتاب الکراھیۃ)

بلکہ مرتضیٰ زبیدی نے بحقِ فلان وغیرہ کا مکروہ (حرام) ہونا امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد تینوں سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۲۸۵ سطر ۱۳۔۱۴)

ثابت ہوا کہ آلِ دیوبند کا مذکورہ عقیدہ نہ تو ادلۂ شریعہ سے ثابت ہے اور نہ امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے، لہٰذا ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے عقائد کی اصلاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بغیر وسیلے کے دعا مانگیں جس طرح کہ انبیاء و رسل اور صحابہ و تابعین دعائیں مانگتے تھے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۵: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کی

درخواست کرنا اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ حضرت میری مغفرت کی شفاعت فرمائیں۔!

(فتاویٰ رشیدیہ ص۱۱۲، فتح القدیر ج۱ص ۳۳۸، اور طحطاوی علی المراقی ص۴۰۰)...."

تحقیق: گنگوہی، ابن ہمام اور طحطاوی ادلۂ شرعیہ کے نام نہیں بلکہ آلِ تقلید کے چند غالی علماء کے نام ہیں۔

مذکورہ عقیدہ قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سے ثابت نہیں اور نہ امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے۔

آلِ دیوبند کے اس عقیدے نے واضح کر دیا کہ بریلویوں اور دیوبندیوں میں کوئی فرق نہیں، بلکہ دونوں ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر۶: "اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس سے صلوٰۃ وسلام پڑھے تو اس کو آپ خود بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور دُور سے پڑھے ہوئے صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں۔"

تحقیق: فرشتوں کا (مجمل طور پر بغیر کسی کا نام لئے) سلام پہنچانا تو صحیح ہے، جیسا کہ قاضی اسماعیل بن اسحاق کی درود والی کتاب سے ثابت ہے۔

(دیکھئے میری کتاب فضائل درود وسلام ص۶۴، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ح۲۱ وسندہ صحیح)

قبر کے پاس درود سننے والی روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔ (دیکھئے فضائل درود وسلام ص۱۶)

آلِ دیوبند کا یہ عقیدہ بھی ادلۂ شرعیہ، بلکہ امام ابوحنیفہ سے بھی ثابت نہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر۷: "ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے۔ تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو"

تحقیق: یہ عقیدہ بھی (حیاۃ دنیویہ غیر برزخیہ کی صراحت کے ساتھ، نہ تو ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہے اور نہ امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے، بلکہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہما کی

عبارات سے ثابت ہے کہ یہ زندگی برزخی ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج۱ص۲۳)

صحیح بخاری کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ "خرج رسول اللّٰہ ﷺ من الدنیا" رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (ح۵۴۱۴)

لیکن آلِ دیوبند کہتے ہیں کہ آپ کی زندگی برزخی نہیں بلکہ دنیاوی ہے۔ سبحان اللہ

یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ اشاعتی، مماتی اور پنجپیری دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوگئے ہیں اور آپ کی زندگی اب دنیاوی نہیں بلکہ برزخی ہے۔

اس کے بعد عقیدہ نمبر ۸ کا کوئی ذکر موجود نہیں، بلکہ عقیدہ نمبر ۹ لکھا ہوا ہے۔

عقیدہ نمبر ۹: "ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ (اسی طرح جملہ انبیاء علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ حسن وعلم سے موصوف ہیں اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچائے جاتے ہیں۔"

تحقیق: قبروں میں زندہ ہونے سے اگر برزخی زندگی مراد ہے تو ہم بھی اسی کے قائل ہیں اور اگر دنیاوی زندگی مراد ہے تو اس کا کوئی ثبوت کسی دلیل سے نہیں ملا۔ اگر آلِ دیوبند کے پاس دنیاوی زندگی کے بارے میں کوئی جدید ثبوت آگیا ہے تو پیش کریں۔

نماز پڑھتے ہیں، کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

۱: معراج والی رات موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے دنیاوی زندگی ثابت کرنے والوں کا استدلال غلط ہے۔

۲: مسند ابی یعلیٰ والی روایت۔ یہ روایت حجاج مجہول الحال کی وجہ سے ضعیف ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو دنیاوی زندگی والوں کا اس سے استدلال غلط ہے۔

یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے نزدیک نمازی کو سلام نہیں کہنا چاہئے تو کیا ان کے نزدیک نماز پڑھنے والے انبیاء ورسل کو حالتِ نماز میں سلام کہنا جائز ہے؟!

یہ کہنا کہ اعمال پیش کئے جاتے ہیں، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

اس کے بعد عقیدہ نمبر ۱۰ میں سے کچھ بھی درج نہیں کیا گیا۔

عقیدہ نمبر۲۴: ''مشائخ (اور بزرگوں) کی روحانیت سے استفادہ اور اُن کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا سو بے شک صحیح ہے۔ مگر اس طریقہ سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے۔ نہ اُس طرز سے جو عوام میں رائج ہے۔ (المہند ص۱۸)''

تحقیق: المہند نہ تو قرآن ہے اور نہ صحیح حدیث کی کوئی کتاب ہے، لہٰذا اس کتاب کو بطور دلیل ذکر کرنا غلط ہے۔

قبروں سے باطنی فیوض پہنچنے کا عقیدہ نہ تو قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے ثابت ہے، نہ اجماع سے ثابت ہے اور نہ آثار سلف صالحین سے ثابت ہے بلکہ امام ابوحنیفہ سے بھی ثابت نہیں۔ اس عقیدے میں حیاتی آلِ دیوبند اور آلِ بریلی متفق ہیں اور غالباً انھی جیسے عقائد مشترکہ کی وجہ سے محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''میرے لئے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجبِ حیرت ہے۔ آپ سُن چکے ہیں کہ شیعہ سنی اختلاف تو صحابہ کرامؓ کو ماننے نہ ماننے کے مسئلہ پر پیدا ہوا، اور حنفی وہابی اختلاف ائمہ ہدیٰ کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا۔ لیکن دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم طبع قدیم ج ا ص ۲۵، طبع جدید ص ۲۸)

اہل حدیث کے نزدیک تمام صحابہ کرام، ثقہ وصدوق عندالجمہور صحیح العقیدہ تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین ائمہ ہدیٰ ہیں اور ہم ادلۂ شرعیہ کی پیروی انھی کے فہم کی روشنی میں کرتے ہیں۔ والحمدللہ

عرفان صاحب! آپ نے دیکھ لیا کہ آلِ دیوبند کے مذکورہ تمام عقائد بشمول ''قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا'' نہ تو ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہیں اور نہ خیرالقرون کے ائمہ ہدیٰ سے ثابت ہیں، بلکہ ان بنیادی عقائد میں دیوبندیوں نے سمہودی، ملا علی قاری، ابن ہمام، طحطاوی اور ابن عابدین جیسے لوگوں کا دامن مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے، جو کہ شرالقرون کی پیداوار تھے اور ان سے میں کوئی ایک بھی ائمہ ہدیٰ کے پاؤں کی مٹی کے برابر بھی نہیں تھا۔

اصل بات یہ کہ آلِ دیوبند کو سلف صالحین پر اعتماد نہیں بلکہ خلف خالفین اور معتزلہ

وجہمیہ پر اندھا دھند اعتماد ہے۔ وہ اپنے عقائد و مسائل ادلۂ شرعیہ سے نہیں لیتے بلکہ خیر القرون کے صدیوں بعد والے خلف خالفین سے لیتے ہیں اور پروپیگنڈا یہ کرتے ہیں کہ اہل حدیث ائمہ ہدیٰ کو نہیں مانتے۔

میری طرف سے تمام آلِ دیوبند کو عموماً اور محمد تقی عثمانی و محمد الیاس گھمن کو خصوصاً چیلنج ہے کہ وہ اپنے دو ورقی عقائد مذکورہ صراحت کے ساتھ درج ذیل علماء میں سے کسی ایک سے ثابت کر دیں:

۱: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
۲: تابعین عظام
۳: تبع تابعین
۴: اتباع تبع تابعین

خیر القرون کے سلف صالحین رحمہم اللہ

اگر ان سے ثابت نہ کر سکیں تو اپنے تسلیم کردہ درج ذیل علماء میں سے کسی ایک سے ثابت کر دیں:

۱: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
۲: قاضی ابو یوسف
۳: ابن فرقد الشیبانی
۴: طحاوی

اور اگر نہ ثابت کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں۔

آخر میں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ آلِ دیوبند کا اپنے آپ کو اہل سنت قرار دینا، ان کا نرا دعویٰ ہے اور اس کے رد کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج۴ص ۴۲۶۔۴۳۸)

وما علینا إلا البلاغ

(۱۸/ رجب ۱۴۳۳ھ بمطابق ۹/ جون ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

ظہور احمد کی دس (۱۰) دورُخیاں اور دوغلی پالیسیاں

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

مشہور ثقہ تابعی اور اہلِ حدیث عالم امام سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۳ھ) نے فرمایا: "**کان بالکوفة کذابان أحدهما الکلبي**" کوفے میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۲۷۰ وسندہ صحیح)

اسی طرح حضرو میں دو حیاتی دیوبندیوں کا ظہور ہوا ہے، ایک کا نام نثار احمد ہے اور دوسرے کا نام ظہور احمد ہے۔ جرح و تعدیل یعنی اسماء الرجال کے لحاظ سے ایک کذاب ہے تو دوسرا متروک ہے۔ (نیز دیکھئے سیف الجبار فی الرد علیٰ ظہور و نثار)

ظہور احمد دیوبندی (ننھے کوثری) نے ایک کتاب لکھی ہے: "تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام" اور نثار احمد افترا پرداز نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا ہے، لہٰذا ظہور و نثار دونوں اس کتاب کے ذمہ دار ہیں۔

نثار احمد نے اس مقدمے میں اکاذیب، افتراءات، تلبیسات اور تدلیسات کے ساتھ ساتھ راقم الحروف کے بارے میں لکھا ہے: "اوائل جوانی میں اپنے گھر کی "مودودی جماعت اسلامی" کے بانی مودودی صاحب کی طرح ڈاڑھی منڈاتے رہے" (ص ۸۱)

نثار کی یہ بات کالا جھوٹ ہے اور ان شاء اللہ وقتِ حساب دور نہیں ہے۔

کئی آلِ دیوبند کا یہ طریقہ ہے کہ جب ضعیف و مردود روایت اپنی مرضی کی ہو تو اسے صحیح باور کراتے ہیں اور اگر صحیح و متفق علیہ حدیث بھی مرضی کے خلاف ہو تو اسے ضعیف و مردود قرار دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی راوی کی روایت جب مرضی کے مطابق ہو تو اس کی تعریف و توثیق کے ڈونگرے برسا دیتے ہیں اور اگر اسی راوی کی حدیث مرضی کے خلاف ہو تو اسے ضعیف، مجروح اور متشدد قرار دے کر اس کی روایت کو رد کر

دیتے ہیں۔ اہلِ حدیث کے نزدیک جرح وتعدیل میں اس طرح کی قلابازیاں اور مداری پن نہیں ہوتا، بلکہ ہر جگہ جمہور محدثین کو ترجیح دی جاتی ہے۔ والحمدللہ

کتاب وسنت میں ذوالوجہین شخص کی بڑی مذمت آئی ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تجد من شرار الناس یوم القیامة عند الله ذا الوجهین الذي یأتي هؤلاء بوجه و هؤلاء بوجه .)) قیامت کے دن تم اللہ کے ہاں اس شخص کو سب سے زیادہ شریر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور دوسرے لوگوں کے پاس دوسرے چہرے سے آتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۰۵۸، صحیح مسلم: ۲۵۲۶ ترقیم دارالسلام: ۶۴۵۴)

معلوم ہوا کہ دوغلا اور دوڑخا شخص شریر ترین شخص ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ((تجدون من شر الناس ذا الوجهین)) تم دوڑخے شخص کو لوگوں میں سب سے بُرا پاؤ گے۔ (مسند الحمیدی بتحقیقی: ۱۱۳۹، وسندہ صحیح وأصلہ عند مسلم: ۲۵۲۶ب)

اب ظہور ونثار کی دس (۱۰) دوڑخیاں اور دوغلی پالیسیاں باحوالہ ورَدّ پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام یحییٰ بن معین نے جب ابن فرقد شیبانی پر جرح کی اور فرمایا: "**لیس بشيء**" محمد بن الحسن کچھ چیز نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۷۰)

اس کے جواب میں ظہور احمد دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور امام ابن معین جرح میں متشدد ومتعنت ہیں...'' (تلامذہ... ص ۳۶۶)

اس طریقے سے امام ابن معین کی جرح کو کالعدم قرار دیا گیا۔

دوسرا رُخ: موثق عندالجمہور راوی عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام الجروح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لیـــس بـذاك. (تھذیب التھذیب: ۴/ ۴۴۸) یہ کچھ بھی (قوی) نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں: عندهٗ مناکیر...''

(رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ طبع مئی ۲۰۱۲ء ص ۳۹۲)

دوسری جگہ لکھا ہے: ''امام یحییٰ ایک یگانہ روزگار محدث اور فن جرح وتعدیل کے مایہ نازسپوت ہیں۔'' (تلامذہ ص ۲۹۸)

یہاں تو فن جرح وتعدیل کا مایہ ناز سپوت لکھا ہے اور ایک جگہ امام الجرح والتعدیل (تلامذہ ص ۲۶۳) قرار دیا ہے اور دوسری جگہ اپنی نفسانی خواہش کے خلاف امام ابن معین کی جرح پر انھیں متشدد و متعنت قرار دیا۔ یہ ہے وہ دوڑخی اور دوغلی پالیسی، جس کی بنا پر ظہور و نثار دونوں مل کر اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے خلاف تلبیسات اور مداری پن سے بھر پور کتابیں لکھ رہے ہیں۔

۲) امام یحییٰ بن معین نے ابن فرقد کے بارے میں فرمایا: "لیس بشيء"

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۷۰)

چونکہ یہ جرح ظہور و نثار کی خواہشات و مرضی کے خلاف تھی، لہٰذا ظہور احمد نے لکھا:

''امام ابن معینؒ سے امام محمدؒ کے بارے میں جو "لیس بشيء" نقل کیا گیا ہے وہ خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی اقوال جرح میں سے نہیں ہے...'' (تلامذہ ص ۳۶۵)

یہاں اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو غیر مقلدین کے قبیح لقب سے ذکر کر کے ظہور احمد نے "لیس بشيء" کو اقوالِ جرح سے باہر نکال دیا، لیکن دوسری طرف جمہور کے نزدیک موثق راوی پر اسی جرح کا استعمال کیا ہے۔

دوسرا رُخ: عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں جرح نمبر ا کے تحت ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام ابن الجنیدؒ نے امام ابن معینؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: ''لیس بشيء'' (تلامذہ ص ۳۰۵)

اس عبارت پر ظہور احمد نے یہ وضاحت لکھی ہے: ''ائمہ حدیث و رجال نے عیسیٰ بن جاریہ پر جو جرح و تنقید کی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔''

قارئین کرام! دیکھئے کہ ان کے نزدیک اپنے پسندیدہ راوی کے بارے میں ''لیس بشيء'' کے الفاظ جرح نہیں اور مخالف راوی پر یہی الفاظ جرح ہیں۔ سبحان اللہ!

ظہور احمد نے امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی پر بھی "لیس بشيء" والی جرح فٹ کر رکھی ہے۔ (دیکھئے رکعات تراویح... ص ۳۶۲)

۳) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے حسن بن زیاد پر شدید جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا:
''امام ابو حاتمؒ کی جرح بھی کالعدم ہے کیونکہ امام موصوف بھی باقرار غیر مقلدین جرح میں انتہائی متشدد و متعنت ہیں...'' (تلامذہ ص۲۹۲)

دوسری طرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ و صدوق عند الجمہور راوی امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کے بارے میں ظہور احمد کا بیان درج ذیل ہے:

دوسرا رُخ: ظہور احمد نے لکھا ہے: ''اس روایت سے استدلال باطل ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی پر ائمہ حدیث نے ایسی جرحیں کی ہیں جن کی وجہ سے خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی اس کی حدیث سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ چنانچہ (۱) امام احمد بن زبیر'' فرماتے ہیں: ''لیس بشئ'' کہ یہ کچھ نہیں ہے....(۵) امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ''لا یحتج به'' کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔''

(رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص۳۶۲)

مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی راوی ظہور احمد کی مرضی کے مطابق ہو تو اس پر امام ابو حاتم کی جرح کالعدم ہے اور اگر مرضی کے خلاف ہو تو اسی راوی پر اپنے ہی متشدد و متعنت قرار دیئے ہوئے امام کی جرح مقبول ہے۔!! (نیز دیکھئے فقرہ نمبر۵ کا آخری حصہ)

٤) اصولِ آلِ دیوبند پر حسن الحدیث راوی عیسیٰ بن جاریہ (تابعی) رحمہ اللہ کے بارے میں ظہور احمد نے لکھا ہے:

''اور عیسیٰ روایتِ حدیث میں نہایت ضعیف اور مجروح راوی ہیں۔''

نیز ان کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''کیونکہ یہ حدیث نہایت ضعیف سند سے مروی ہے...'' (رکعات تراویح ص۳۰۵)

اس کے بعد ظہور احمد نے عیسیٰ بن جاریہ پر دس محدثین کی جروح نقل کی ہیں:

۱: ''امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن معینؒ'' (ص۳۰۵)

۲: ''امام ابوداودؒ'' (ص۳۰۶) یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

۳: ''امام نسائیؒ'' (ص۳۰۶) یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

۴: ''امام ابن عدیؒ'' (ص۳۱۱)

۵: ''امام عقیلیؒ'' (ص۳۱۲)

۶: ''امام ساجیؒ'' (ص۳۱۳) یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

۷: ''امام ابن الجوزیؒ'' (ص۳۱۳)

۸: ''امام ابن رجب حنبلیؒ'' (ص۳۱۳)

۹: ''مشہور محدث ناقد حافظ ذہبیؒ'' (ص۳۱۳)

۱۰: ''شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی'' (ص۳۱۳)

یہاں تو انھیں امام وغیرہ قرار دے کر ان کی جروح نقل کیں، لیکن جب اپنے پسندیدہ راوی کے خلاف ان کی جرح آئی تو کیا ہوا؟ درج ذیل دوزخی پڑھ لیں:

دوسرا رُخ: ظہور احمد نے حافظ عقیلی رحمہ اللہ کی جرح رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جواب: حافظ عقیلیؒ باقرار غیر مقلدین جرح میں متعنت و متشدد ہیں...لہٰذا یہاں بھی امام لؤلؤیؒ کے خلاف ان کی جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔'' (تلامذہ ص۵۰۷)

حسن بن زیاد اللؤلؤی پر تو امام عقیلی کی جرح کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی حیثیت ہے۔! سبحان اللہ!!

ظہور و نثار کا یہی دوغلا پن ہے، جن کی بنیاد پر وہ دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے کی کوشش میں جُتے ہوئے ہیں۔

۵) فیہ لین اور لین الحدیث کو ایک قرار دینے والے ظہور احمد نے عیسیٰ بن جاریہ پر حافظ ابن حجر کا کلام ''فیہ لین'' نقل کر کے لکھا ہے:

''عیسیٰ بن جاریہ روایت حدیث میں کمزور (یعنی ضعیف) ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''فیہ لین'' کو الفاظ جرح و تعدیل کے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۔''

(تلامذہ ص۳۱۴)

یاد رہے کہ فیہ لین کا ترجمہ "کمزور یعنی ضعیف" نہیں، بلکہ "اس میں کمزوری ہے" لہٰذا ظہور وشار کو کسی استاد سے عربی زبان سیکھنے کی ضرورت ہے۔

دوسرا رُخ: دوسری طرف جب امام عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ نے ابن فرقد کو ضعیف کہا، تو ظہور احمد نے لکھا: "امام فلاسؒ نے اگر بالفرض امام محمدؒ کو ضعیف کہا بھی ہے، تو بھی اس کا اعتبار نہیں کیونکہ امام نسائیؒ کی جرح کے جواب میں خود علی زئی کا بیان گزرا ہے کہ کسی کو ضعیف وغیرہ کہنا غیر مفسر جرح ہے۔ اور وہاں بحوالہ علمائے غیر مقلدین یہ بھی گزرا ہے کہ جرح غیر مفسر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔" (تلامذہ ص ۳۹۲)

یعنی ظہور کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کا اعتبار ہے اور ابن فرقد پر اسی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔ سبحان اللہ!

تنبیہ: راویانِ حدیث کی دو اقسام ہیں:

اول: جو جمہور کے نزدیک مجروح ہیں، مثلاً ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی، ابن فرقد شیبانی اور حسن بن زیاد اللؤلؤی وغیرہم۔

دوم: جو جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں، مثلاً عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، عثمان بن احمد بن السماک اور عیسیٰ بن جاریہ وغیرہم۔

اول الذکر کے بارے میں ضعیف وغیرہ کے الفاظ والی جروح بھی قابلِ اعتبار ہیں، کیونکہ جمہور محدثین کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے، اِلا یہ کہ کسی خاص دلیل سے کسی بات کی تخصیص ثابت ہو جائے۔ تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ کی عبارت (ص ۶۵ فقرہ: ۵) کا یہی مطلب ہے۔ راقم الحروف نے ستمبر ۲۰۰۸ء میں علانیہ لکھا تھا: "یہ کوئی قاعدہ وکلیہ نہیں کہ ہر محدث کی ہر بات ضرور بالضرور واجب القبول ہوتی ہے بلکہ اگر مقابلے میں جمہور کی توثیق ہو تو جرح مردود ہو جائے گی اور اگر مقابلے میں جمہور کی جرح ہو تو توثیق مردود ہو جائے گی۔ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟" (تحقیقی مقالات ۲/۳۵۳)

نیز ۱۰/ جنوری ۲۰۰۹ء کو راقم الحروف نے درج ذیل عبارت لکھ کر الحدیث نمبر ۵۹ میں

شائع کروائی تھی:

" فائدہ: ہمارے نزدیک بعض محدثین کو متساہل یا متشدد وغیرہ قرار دینے کے چکر سے یہ بہتر ہے کہ ہر راوی کے بارے میں تعارض اور عدم تطبیق کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح دی جائے۔ اس طرح نہ تو کوئی تعارض واقع ہوتا ہے اور نہ اسماء الرجال کا علم بازیچۂ اطفال بنتا ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۰/ جنوری ۲۰۰۹ء) "

(توضیح الاحکام ۱/۵۸۲، الحدیث: ۵۹ ص ۲۰)

کیا ظہور و نثار دونوں مل کر کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی ثابت شدہ موثق عند الجمہور راوی پر راقم الحروف نے صرف بعض کی عام جرح کو راجح قرار دیا ہے؟

۶) حافظ ابن حبان نے جب ابن فرقد کو مجروحین میں ذکر کر کے شدید جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا: "امام ابن حبانؒ سے منسوب جرح کا جواب:"

پھر مبارکپوری وغیرہ کے حوالوں سے ابن حبان کو متعنت (متشدد) قرار دیا۔ (تلامذہ ص ۳۹۶)

دوسرا رُخ: ظہور احمد نے امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی رحمہ اللہ کے بارے میں شدید جرح کرتے ہوئے اور ان کی روایت سے استدلال کو باطل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"امام ابن حبانؒ کتاب الثقات میں اس کو خطا کار بتلاتے ہیں۔"

(رکعات تراویح ص ۲۵۰، دوسرا نسخہ ص ۳۶۲)

ظہور احمد نے دوسری من پسند جگہ لکھا ہے: "امام ابن حبانؒ (م: ۳۵۴ھ) امام موصوف مشہور اور جلیل المرتبت محدث ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو "الحافظ، الامام، اور العلامہ" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔" (تلامذہ ص ۴۷۰)

ایک جگہ تو متعنت و متشدد قرار دے کر حافظ ابن حبان کی جرح کو رد کر دیا اور دوسری جگہ جمہور بلکہ ابن حبان کے نزدیک بھی ثقہ و صدوق راوی امام دراوردی پر ان کی ایک جرح کو سینے سے لگا لیا۔

سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم یعنی مدین والوں کی طرح آلِ دیوبند کے لینے کے پیمانے

اور ہیں اور دینے کے پیمانے اور ہیں۔

ابن فرقد پر جب حافظ ابن حبان نے جرح کی تو ظہور احمد نے راقم الحروف کے حوالے سے بعض علماء کی ابن حبان پر جرح نقل کر دی اور سلیمانی سے نقل کیا کہ ابن حبان کذاب ہے۔ (تلامذہ ص ۳۹۷ بحوالہ ماہنامہ الحدیث شمارہ: ۵۹ ص ۱۷)

حالانکہ اس حوالے کے متصل بعد راقم الحروف نے لکھا تھا:

''بعض کی اس جرح کے مقابلے میں جمہور کی توثیق درج ذیل ہے:'' (ص ۱۸)

اور آخر میں بطورِ خلاصہ لکھا تھا: ''اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن حبان ثقہ وصدوق تھے اور جمہور کی توثیق کے مقابلے میں اُن پر جرح مردود ہے۔'' (الحدیث حضرو: ۵۹ ص ۲۰)

اس عبارت کو چھپا کر ظہور و نثار نے ان لوگوں کی یاد تازہ کر دی ہے، جنھیں خنزیر اور بندر بنا دیا گیا تھا۔

ظہور و نثار کے ایک مغالطے کا جواب: حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں لکھا ہے: ''**الحسن بن زیاد، یروي عن ابن جریج عن عکرمة بن عمار عن محمد بن عبید بن أبي قدامة عن عبد العزیز بن الیمان أخي حذیفة ابن الیمان قال: کان رسول اللّٰه ﷺ إذا حزبه أمر فزع إلی الصلوٰة . روی عنه إسماعیل بن موسی الفزاري**''

(ج ۸ ص ۱۶۸، واللفظ لہ، تلامذۂ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام ص ۴۰۷ مختصراً)

ظہور احمد نے اس حسن بن زیاد سے لؤلؤی کوفی مراد لے رکھا ہے، حالانکہ یہ راوی ہمدانی ہے۔ دیکھئے اسد الغابۃ لابن الاثیر (ج ۳ ص ۳۳۰ ترجمہ عبد العزیز بن الیمان) اور معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی (ج ۴ ص ۱۸۸۱ ح ۴۷۳۲ ب)

کیا حسن بن زیاد لؤلؤی ہمدانی بھی تھا؟ اگر نہیں تو پھر یہ کہنا باطل ہے کہ حافظ ابن حبان نے لؤلؤی کوفی کی توثیق کر رکھی ہے۔

۷) حافظ ابن الجوزی نے حسن بن زیاد اللؤلؤی کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا اور امام یحییٰ

بن معین وغیرہ سے اس پر شدید جرح نقل کی تو ظہور احمد نے مختلف تلبیسات وتدلیسات اور قلابازیوں کے بعد لکھا:

''بنابریں حافظ ابن الجوزیؒ کا امام لولوئیؒ کو بھی ''کتاب الضعفاء'' میں ذکر کرنا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ آپ ضعیف ہیں، اور آپ کی توثیق ثابت نہیں ہے۔'' (تلامذہ ص ۵۱۲)

حالانکہ توثیق ثابت کا مسئلہ نہیں بلکہ جمہور کی جرح کے مقابلے میں بعض کی توثیق مردود ہے، کا مسئلہ ہے اور یہی اہم مسئلہ ہے، جسے ظہور و نثار نے مداری پن سے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ ابن الجوزی کی بحث کے اختتام پر ظہور احمد نے لکھا ہے: ''لہٰذا یہاں بھی حافظ ابن الجوزیؒ کی جرح غیر معتبر ہے۔'' (تلامذہ ص ۵۱۲)

دوسرا رُخ: دوسری طرف انھی حافظ ابن الجوزی نے جب ثقہ وصدوق عند الجمہور سُنی راوی یعقوب بن عبداللہ القمی کو ضعفاء میں ذکر کیا تو ظہور احمد نے لکھا:

''(۲) امام ابن الجوزیؒ نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کیا ہے۔''

(رکعات تراویح ص ۳۲۷ طبع جدید ۲۰۱۲ء)

ظہور و نثار دونوں سے عرض ہے کہ آپ دونوں کے پاس کون سی ''گیدڑ سینگی'' ہے، جس کی رُو سے حسن بن زیاد پر ابن الجوزی کی جرح غیر معتبر ہے اور یعقوب بن عبداللہ القمی وغیرہ پر معتبر ہے۔؟!

۸) ظہور احمد نے امام نسائی کی طرف منسوب غیر ثابت جرح کی وجہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد عیسیٰ بن جاریہ تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا:

''امام نسائیؒ بھی اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔'' (رکعات تراویح ص ۳۰۶)

حالانکہ جمہور محدثین نے عیسیٰ بن جاریہ کی توثیق کر رکھی ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۵۲۵ـ۵۳۲)

دوسرا رُخ: یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ امام نسائی نے حسن بن زیاد اللؤلوی پر شدید جرح کی ہے، بلکہ فرمایا: ''کذاب خبیث''

اس کے جواب میں ظہور احمد نے بعض اہلِ حدیث علماء (گوندلوی، مبارکپوری اور رحمانی) کے ذریعے سے یہ لکھا کہ "امام نسائی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو جرح میں متشدد ہیں۔"

نیز مبارکپوری اور رحمانی سے ان کے بارے میں متعنت کا لفظ نقل کر کے لکھا:

"لہٰذا امام نسائیؒ کی جرح بھی خود غیر مقلدین کے اصولوں کی روشنی میں بھی کالعدم ہے۔"

(تلامذہ ص ۵۰۸)

"بھی" کے لفظ سے ظاہر ہے کہ ظہور احمد کے نزدیک بھی یہ جرح کالعدم ہے اور وہ بعض اہل حدیث علماء کی طرح امام نسائی کو متشدد و متعنت سمجھتے ہیں۔

اگر امام نسائی متشدد و متعنت ہیں تو عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں ان کی جرح کیوں مقبول ہے اور اگر متشدد و متعنت نہیں (بلکہ جمہور کے موافق ہیں) تو حسن بن زیاد الکوفی کے بارے میں ان کی جرح کیوں کالعدم ہے؟!

تنبیہ: راقم الحروف کے خلاف ظہور احمد کی طرف سے اہلِ حدیث علماء کے جتنے اقوال پیش کئے گئے ہیں، وہ جمہور محدثین کی تحقیق راجح ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں۔

کیا ظہور و نثار یہ سمجھتے ہیں کہ ہر اہل حدیث عالم کا ہر قول ہر اہل حدیث پر ہر حال میں حجت ہے؟ اگر وہ ایسا سمجھتے ہیں تو انھیں کسی دماغی اسپتال سے اپنا علاج کروانا چاہئے۔

مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ (ایک اہل حدیث عالم) نے بہت خوب لکھا ہے:

"اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے، ورنہ ترک کرے، علماء حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں۔" (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱ ص ۶)

اس اصول کی رُو سے ظہور و نثار کا حافظ گوندلوی، مولانا مبارکپوری اور مولانا رحمانی وغیرہم کے اقوال جمہور کی توثیق یا جرح کے مقابلے میں پیش کرنا غلط ہے، لہٰذا ہم ایسے اقوال کا جواب دینے کے پابند ہی نہیں ہیں۔

نیز ہمارے ہاں یہ مسئلہ ہرگز نہیں کہ فلاں امام متشدد ومتعنت ہیں اور فلاں امام متساہل ہیں، بلکہ ہم ثبوتِ جرح میں تحقیق کرتے ہیں اور ثبوت کے بعد ہمیشہ جمہور محدثین کو ہی ترجیح دیتے ہیں، لہٰذا ظہوری وثاری تلبیسات وتدلیسات تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور وباطل ہیں۔

۹) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے حسن بن زیاد کو کذاب کہا تو ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام ابن معینؒ سے منسوب اس کلام میں امام لؤلؤیؒ کے کذاب ہونے کی کوئی دلیل مذکور نہیں ہے، اور خود غیر مقلدین حضرات ایسی صورت مین اس جرح کو قبول نہیں کرتے...''

(تلامذہ ص ۴۹۲)

دوسرا رُخ: ایک حدیث کی بہت سی سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن حمید الرازی ہے، جس کے بارے میں ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام نسائیؒ اور امام ابن وارہؒ وغیرہ نے بھی اس کو کذاب قرار دیا ہے۔'' (تلامذہ ص ۳۴۵)

کیا ان علماء نے اس راوی کے کذاب ہونے کی دلیل بھی بیان کردی تھی؟

ایک جگہ کذاب کا لفظ ظہور احمد کے نزدیک جرح ہے اور دوسری جگہ یہ جرح غیر مقبول ہے۔

ظہور احمد نے لکھا ہے: ''یہ بات بھی غیر مقلدین کو تسلیم ہے کہ کذاب صرف اسی شخص کو نہیں کہتے جو جھوٹ بولتا ہو بلکہ اس کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو کسی کلام میں غلطی کر جائے، چنانچہ...'' (تلامذہ ص ۴۹۱)

چونکہ اور چنانچہ کے بغیر عرض ہے کہ اگر جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہو تو اس پر بعض کی طرف سے کذاب کی جرح کا ایک جواب یہی ہے، لیکن اگر راوی جمہور کے نزدیک مجروح ہو تو یہاں ایسا جواب غلط ہے اور ہر حال میں جمہور محدثین کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

اگر ظہور و نثار دونوں کذاب کے لفظ کو جرح ہی نہیں سمجھتے تو عرض ہے کہ ظہور احمد سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں، مثلاً ظہور نے لکھا ہے: ''امام محمد بن یونس'' (تلامذہ ص ۱۹۳)

اور لکھا: ''امام محمد بن ادریسؒ '' (تلامذہ ص ۲۲۷)

نیز لکھا ہے: ''علی بن جنید'' (تلامذہ ص ۲۴۰، اور ص ۲۴۱)

حالانکہ صحیح: امام عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس، امام عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن جنید ہے۔ یہ واضح غلطیاں ہیں، لہٰذا ظہور و نثار دونوں درج ذیل عبارتیں اپنے قلم سے لکھ کر اور اپنے دستخط کر کے مکتبۃ الحدیث حضرو (ضلع اٹک) بھیج دیں:

۱: ظہور احمد کذاب ہے۔ نثار احمد بقلم خود

۲: نثار احمد کذاب ہے۔ ظہور احمد بقلم خود

اور اگر وہ ایسی عبارتیں لکھ کر نہیں بھیجتے تو دوغلی پالیسی اور دورُخیوں سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

۱۰) امام ابن عدی نے جب جمہور محدثین کے نزدیک مجروح راوی حسن بن زیاد پر جرح کی تو ظہور احمد نے لکھا:

''ثانیاً: یہ جرح اس لیے بھی مردود ہے کہ اس کے جارح حافظ ابن عدیؒ باقرار غیر مقلدین جرح میں متعنت و متشدد ہیں، چنانچہ مولانا نذیر احمد رحمانیؒ غیر مقلد (جن کو علی زئی: مولانا المحقق الفقیہ قرار دیتے ہیں) ارقام فرماتے ہیں:

ابن عدی کا متعنتین میں شمار ہونا تو بالکل واضح ہے۔'' (تلامذہ ص ۵۱۷)

اس کے بعد ظہور احمد نے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا ایک قول لکھا ہے، جس میں حافظ ابن عدی کو نہ متعنت کہا گیا ہے اور نہ متشدد کہا گیا ہے۔

ظہور احمد نے رحمانی صاحب کی کوئی تردید نہیں کی بلکہ ان کا قول بطورِ حجت پیش کیا اور بطورِ الزام پیش کرنے کی صراحت نہیں کی۔

دوسرا رُخ: جمہور محدثین کے نزدیک موثق راوی عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کرتے ہوئے ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام ابن عدی ''ابن جاریہ'' کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں: **کلھا غیر محفوظة۔''**

(رکعات تراویح ص ۱۱۳ طبع جدید)

اپنی مرضی کے خلاف راوی پر ایک ہی امام کی جرح نقل کرنا اور مرضی کے مطابق راوی

پر اسی امام کی جرح کو سخت و متشدد کے الفاظ استعمال کر کے رد کر دینا ظہور وثار کا اوڑھنا بچھونا اور بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

تنبیہ بلیغ: اگر غیر مقلدین سے ظہور وثار کی مراد اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت ہیں تو عرض ہے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک امام ابن عدی متشدد نہیں بلکہ معتدل ہیں:

۱: حافظ ذہبی نے امام ابن عدی کو معتدل اور انصاف کرنے والا قرار دیا۔

۲: راقم الحروف نے حافظ ذہبی کے قول کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۴۴ ص ۱۸)

اور میں نے اپنی تحریروں میں بار بار حافظ ابن عدی رحمہ اللہ کے معتدل ہونے کی صراحت کی ہے۔

مولانا المحقق الفقیہ نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ نے حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کے اصولوں و عبارات کی روشنی میں امام ابن عدی وغیرہ کو بطورِ الزام متعنتین میں شمار کیا ہے اور ہمارے نزدیک مولانا رحمانی کی یہ بات غلط ہے۔

جب آلِ دیوبند کے خلاف ہم فقۂ دیوبند (مثلاً عبدالشکور لکھنوی کی علم الفقہ) کے حوالے پیش کرتے ہیں تو یہ لوگ شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ غیر مفتیٰ بہا مسائل ہیں، یہ ہمارے مفتیٰ بہا مسائل نہیں اور اس طریقے سے یہ لوگ اپنی ہی فقہ کے حوالے رد کر دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ دورُخی کرتے ہوئے راقم الحروف اور تمام جماعت اہلِ حدیث کے خلاف بعض اہلِ حدیث علماء کے حوالہ جات میں کانٹ چھانٹ کر کے یا شاذ اور غیر مفتیٰ بہا اقوال و عبارات پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ ہے آلِ دیوبند کا انصاف! اور دوغلی پالیسیاں!!

ہمارے خلاف شاذ اور غیر مفتیٰ بہا اقوال و عبارات پیش نہ کریں، بلکہ اگر کچھ پیش کرنا ہے تو درج ذیل اصول مدنظر رکھیں:

۱: قرآن مجید

۲: احادیث مرفوعہ صحیحہ

۳: ثابت شدہ اجماعِ اُمت

۴: زمانۂ خیر القرون، زمانۂ تدوینِ حدیث اور زمانۂ شارحینِ حدیث کے آثار سلف صالحین

نمبر۴ میں اختلاف کی صورت میں جمہور سلف صالحین (۹۰۰ھ تک) کو بعد کے تمام علماء پر ہمیشہ ترجیح حاصل ہے۔

ظہور احمد کی دورُخیوں اور دوغلی پالیسیوں کی ان دس (۱۰) مثالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مثلاً:

حافظ ابن حبان نے عیسیٰ بن جاریہ (موثق عند الجمہور راوی) کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور صحیح ابن حبان میں ان سے روایت لی تو ظہور احمد نے لکھا:

''جواب: امام ابن حبان کے بارے میں زبیر علی زئی کے مزعومہ استاذ مولانا عبدالمنان نور پوری کا بیان گزرا ہے کہ امام ابن حبانؒ کا بھی تصحیح میں تساہل (کمزوری) مشہور ہے، ان کے علاوہ مولانا مبارکپوریؒ، مولانا گوندلویؒ، مولانا ارشاد الحق اثری، شیخ البانیؒ، مولانا رفیق اثری اور دیگر علمائے غیر مقلدین نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابن حبان توثیق اور تصحیح میں متساہل اور نا قابلِ اعتبار ہیں۔'' (رکعات تراویح طبع جدید ص ۴۰۵)

یہاں تو ظہور نے حافظ ابن حبان کی توثیق کو مردود قرار دیا، اب دوسرا رُخ پڑھ لیں:

دوسرا رُخ: یحییٰ بن ابراہیم ایک راوی ہے، جس کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی اور ابن حبان نے بھی ''یغرب'' یعنی غریب روایتیں بیان کرتا ہے، کے الفاظ لکھے ہیں۔ مسلمہ بن القاسم نے یحییٰ بن ابراہیم کو ضعیف کہا۔ (دیکھئے الحدیث:۱۹ ص ۴۷)

اس تحقیق کو ظہور احمد نے توڑ مروڑ کر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''جواب: اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یحییٰ بن ابراہیمؒ کی امام ابن حبانؒ کے علاوہ کسی اور امام نے توثیق نہیں کی تو پھر بھی یہ کوئی مضر نہیں کیونکہ خود غیر مقلدین کے محقق اعظم مولانا

عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ صاحب (م:۱۳۵۲ھ)...نے تصریح کی ہے کہ: ابن حبان کی توثیق عندالمحدثین معتبر ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ (تحقیق الکلام:۱/۸۲)

زبیر علی زئی کے امام مبارکپوری صاحبؒ کے اس بیان سے واضح ہو گیا، امام ابن حبانؒ نے نجیح بن ابراہیم کی جو توثیق کی ہے وہ عندالمحدثین معتبر ہے، اور اس سے نجیح بن ابراہیم کی جہالت مرتفع ہو گئی ہے۔ لہٰذا زبیر علی زئی کے اس اعتراض کا باطل ہونا خود ان کے اپنے امام کے قول سے ثابت ہو گیا۔ الحمدللہ!" (تلامذہ ص۱۵۳۔۱۵۴)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ ظہور صاحب نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں حافظ ابن حبان کی توثیق ناقابلِ اعتبار قرار دے کر رد کر دی، حالانکہ جمہور محدثین نے عیسیٰ بن جاریہ کو ثقہ وصدوق قرار دیا ہے اور دوسری طرف صرف اکیلے ابن حبان کی توثیق قبول کر لی، جبکہ ظہور کے نزدیک "نامور محدث ناقد" مسلمہ بن قاسم سے نجیح بن ابراہیم پر جرح منقول ہے۔ مسلمہ کے بارے میں ظہور احمد نے لکھا ہے:

"امام مسلمہ بن قاسم القرطبیؒ (م:۳۵۳ھ)

موصوف ایک نامور محدث ناقد ہیں" (تلامذہ ص۲۷۱)

مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ نے نافع بن محمود کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ "ابن حبان کی توثیق عندالمحدثین معتبر ہے"

اور یہ معلوم ہے کہ نافع بن محمود کی توثیق میں ابن حبان منفرد (اکیلے) نہیں، بلکہ امام دارقطنی، حاکم، ذہبی، بیہقی اور ابن حزم نے بھی نافع کو ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا یہ قول جمہور کے نزدیک موثق راوی کے بارے میں ہے۔

ظہور احمد نے اسی طرح کی بددیانتیاں کی ہیں کہ بعض متاخر اہلِ حدیث علماء کے بعض اقوال وتحقیقات توڑ مروڑ کر اور کانٹ چھانٹ کر سیاق وسباق کے بغیر پیش کئے ہیں اور عام مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ تحقیق الکلام کے صفحہ ۸۲ سے ظہور صاحب نے

عبارت نقل کی ہے اور ص ۸۱ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں مگر ساتھ اس کے ان کی وہ توثیق جس کی نسبت کسی ناقدِ فن نے کچھ کلام نہیں کیا ہے بلاشبہ مستند ومعتبر ہے..."

یحییٰ بن ابراہیم پر ظہور کے مسلم "ناقد وامام" کی جرح لسان المیزان میں مذکور ہے۔

یاد رہے کہ ہمارے نزدیک متشدد، متعنت اور متساہل وغیرہ کا چکر چلانا صحیح نہیں اور نہ ہم مولانا مبارک پوری کی تمام عبارات سے ہر وقت کلیتاً متفق ہیں، بلکہ جرح وتعدیل میں خاص کی تخصیص کے بعد، تطبیق نہ ہونے کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح حاصل ہے اور اسی منہج پر ہمارا دل وجان سے عمل ہے۔

تنبیہ: ہدیۃ المسلمین کے مستند مطبوعہ نسخے میں "امام مبارکپوری" کے الفاظ نہیں، بلکہ "اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ" کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

(دیکھئے ص ۴۰ ح ۱۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

ظہور احمد نے جس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے، وہ غیر مستند ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔

(دیکھئے ہدیۃ المسلمین ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

یہ دس (بلکہ گیارہ) حوالے مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں کہ ظہور ونثار نے ایک ہی راوی یا بات کے بارے میں ایک جگہ کچھ لکھا ہے تو دوسری جگہ اس کے سراسر خلاف لکھا ہے اور اسے یہ لوگ الزامی جوابات کہہ کر بھی اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے، کیونکہ الزامی جواب دو شرطوں کے ساتھ مقید ہوتا ہے:

۱: فریق مخالف اسے تسلیم کرے۔

۲: کوئی حقیقی جواب بھی موجود ہو۔

ہمارے نزدیک اسماء الرجال میں مختلف فیہ راوی کے بارے میں جارحین ومعدلین کے ثابت شدہ اقوال جمع کر کے جمہور محدثین کو ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے اور خاص کو عام پر ہمیشہ مقدم کیا جاتا ہے۔ والحمدللہ (۸/ شعبان ۱۴۳۳ھ ۲۹/ جون ۲۰۱۲ء)

محمد زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند کے غلط حوالے

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے بزعم خود علماء اہل حدیث کے غلط حوالوں کو جھوٹ قرار دیا۔ مثلاً دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۲۳۴) اور الحدیث حضرو (نمبر ۴۵ ص ۳۶)

تو پھر ماسٹر امین کی سوچ رکھنے والے دیوبندیوں نے بھی یہی پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ مثلاً دیکھئے تحفہ اہل حدیث (ص ۹۴ حصہ اول) اور الحدیث حضرو (نمبر ۴۵ ص ۳۷)

لہٰذا ہم نے آلِ دیوبند یا ان کے اکابر کے بعض غلط حوالے پیش کئے اور مطالبہ کیا کہ ان کی بات کو بھی جھوٹ کہو یا پھر اوکاڑوی اور جھنگوی جیسی سوچ رکھنے والوں کی پیروی نہ کرو۔

اب آلِ دیوبند کو سمجھانے کے لئے ایسے حوالے پیشِ خدمت ہیں، جن میں مزید اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

۱) آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر صاحب نے حدیث میں ایک لفظ کا اضافہ کیا تھا تو ایک اہل حدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے اس کی نشاندہی کی، تو سرفراز صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اضافہ شدہ الفاظ کے متعلق لکھا ہے: ''خزائن السنن میں ایک جگہ حدیث کے الفاظ میں شعرک کے الفاظ زائد درج ہو گئے ہیں اس کی اصلاح کی جائے گی۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۱۰)

لیکن اوکاڑوی اصول کے مطابق عبدالقدوس قارن صاحب کو لکھنا چاہئے تھا کہ خزائن السنن میں پہلے جھوٹ لکھ دیا گیا تھا، اب توبہ کرتے ہیں لیکن انھوں نے ایسا نہ لکھ کر اوکاڑوی اصول باطل ثابت کر دیا۔

۲) عبدالقدوس قارن دیوبندی نے سرفراز صفدر صاحب کی وکالت کرتے ہوئے دوسری جگہ لکھا ہے: '' اثری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں میں بعض قرآنی آیات غلط درج ہیں۔ یہ اعتراض کسی حد تک بجا ہے کیونکہ کچھ

کتابت کی اغلاط ہیں اور بعض مقامات میں صحیح طور پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے اغلاط رہ گئی ہیں۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۲)

اوکاڑوی اصول کے مطابق عبدالقدوس قارن کو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ پہلے جتنے بھی جھوٹ لکھے جا چکے ہیں، ان سے توبہ کر لی جائے گی لیکن انھوں نے ایسا نہ لکھ کر اوکاڑوی اصول کو غلط ثابت کر دیا۔

۳) آلِ دیوبند کی کتاب ''ایضاح الادلہ'' مطبوعہ مراد آباد میں عربی عبارت مع ترجمہ قرآن مجید کی طرف منسوب کی گئی تھی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''**ایک ضروری تنبیہ:** ''ایضاح الادلہ'' پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی، جس کے صفحات ۳۹۶ ہیں، دوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ میں مولانا سید اصغر حسین صاحب کی تصحیح کے ساتھ مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوئی، جس کے صفحات چار سو ۴۰۰ ہیں۔ (حال ہی میں فاروقی کتب خانہ ''ملتان'' سے اس نسخہ کا عکس شائع ہوا ہے) کتب خانہ فخریہ امروہی دروازہ مراد آباد سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی، جس پر سنِ طباعت درج نہیں، لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ اڈیشن دیوبندی اڈیشن کے بعد کا ہے، اس کے چار سو ۴۱۲ بارہ صفحات ہیں، ____ ان سب اڈیشنوں میں ایک آیت کریمہ کی طباعت میں افسوس ناک غلطی ہوئی ہے، عبارت یہ ہے: ''یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ وَ اِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور ظاہر ہے کہ اولوالامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں، سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء اور جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں، آپ نے آیت فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ تو دیکھ لی، اور یہ آپ حضرات کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اُسی قرآن میں آیتِ مذکورہ بالا معروضۂ احقر بھی ہے۔ (ص ۱۰۳ مطبوعہ مراد آباد)

یہ سبقتِ قلم ہے، جس آیت کا حضرتؒ نے حوالہ دیا ہے، اس سے مراد یہ آیت ہے یٰٓاَیُّھَا

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (النساء آیت ۵۹)
چنانچہ قضاءِ قاضی کی بحث میں حضرت نے اسی مدعا پر دوبارہ اس آیت کریمہ کا حوالہ دیا ہے۔ (دیکھئے طبع دیوبند ص ۲۵۶ اور طبع مراد آباد ص ۲۶۹) بہرحال یہ سہو کتابت ہے جو نہایت افسوس ناک ہے۔'' (تسہیل ادلۂ کاملہ ص ۱۸)

سعید احمد پالنپوری صاحب نے مزید لکھا ہے: ''الغرض یہ افسوس ناک غلطی ہے اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ دیوبند سے حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کی تصحیح کے ساتھ، اور مراد آباد سے فخر المحد ثین حضرت مولانا فخر الدین صاحب کے حواشی کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی، لیکن آیت کی تصحیح کی طرف توجہ نہیں دی گئی، بلکہ حضرت الاستاذ مولانا فخر الدین صاحب قدس سرُّہ نے ترجمہ بھی جوں کا توں کر دیا'' (تسہیل ادلۂ کاملہ ص ۱۹)

اوکاڑوی اصول کے مطابق ان دونوں دیوبندیوں پر جھوٹ بولنے کا فتویٰ لگنا چاہئے تھا، حالانکہ محمود حسن دیوبندی کی یہ بات غلط حوالہ دینے سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔

۴) ابن ہمام حنفی کا غلط حوالہ:

ماسٹر امین اوکاڑوی کے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام حنفی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ نماز جنازہ کے وقت امام میت کے سامنے کہاں کھڑا ہو؟ یہ لکھا ہے کہ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا بھی نقل کیا ہے۔ (دیکھئے فتح القدیر ۲/ ۱۳۰، دوسرا نسخہ ۲/ ۸۹)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل غلط ہے۔ اب آل دیوبند بتائیں کہ یہ جھوٹ ہے یا نہیں؟

۵) ابن ترکمانی حنفی کا غلط حوالہ:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''اس حدیث کو محدث ابن ترکمانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث اس راوی سے مسلم میں نہیں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۴/ ۲۴۷)

۶) آلِ دیوبند کے ''حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب دیوبندی کا غلط حوالہ:

قاری محمد طیب قاسمی سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے کہا ہے: ''پھر ان کے ہاتھ پر

بیعت ہوگی۔اسی کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ:هذا خليفة الله المهدى، فاسمعوا له واطيعوه. یہ خلیفۃ اللہ مہدیؓ ہیں ان کی سمع وطاعت کرو...'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۳۲)

لطیفہ: ایسی عبارت کو اوکاڑوی نے قاری طیب کی عبارت سے لاعلمی کی وجہ سے جھوٹ قرار دیا تھا، چنانچہ اوکاڑوی نے (ایک بات کے بارے میں) لکھا ہے: ''یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی هذا خليفة الله المهدى''

(تجلیات صفدر ۵/۳۵)

۷) آلِ دیوبند کے مناظر منظور مینگل کا غلط حوالہ:

منظور مینگل صاحب نے لکھا ہے: ''نیز صحیحین ہی میں مالک بن حویرث کی رفع بین السجدتین والی روایت ہے۔'' (تحفۃ المناظر ص ۲۲۰)

حالانکہ یہ حوالہ بھی بالکل غلط ہے اور اوکاڑوی اصول پر جھوٹ ہے۔

۸) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی کا غلط حوالہ:

عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے کہا: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث موقوف صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے الّا ان يكون وراء الامام''

(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۹۴)

حالانکہ یہ حدیث صحیح مسلم میں بالکل موجود نہیں۔

۹) انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا:

" ومنها ما فی ابی داؤد عن علیؓ ان وقت الاشراق من جانب الطلوع مثل بقاء الشمس بعد العصر " (العرف الشذی ج ۱ ص ۴۴ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العصر)

ایسی کوئی روایت سنن ابی داود میں موجود نہیں ہے۔

۱۰) آلِ دیوبند کے ''مولانا'' فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: وقال ابن عباس هذه

فی المکتوبہ والخطبہ" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں ہے۔ (صحیح بخاری۔ جزء القراۃ ص۴)'' (خاتمۃ الکلام ص۱۴۱)

حالانکہ یہ عبارت صحیح بخاری میں بالکل موجود نہیں اور فقیر اللہ دیوبندی کا حوالہ غلط ہے اوکاڑوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۱۱) عبدالشکور لکھنوی فاروقی دیوبندی نے لکھا ہے: ''(6) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو دونوں رانیں ملا دیا کرو۲، (ابوداؤد)''

(علم الفقہ حصہ دوم ص۲۱۳ حاشیہ نمبر۶ باب نماز کی سنتیں)

عرفِ عام میں ابوداود سے مراد سنن ابی داود ہوتی ہے، لہٰذا یہ حوالہ بھی غلط ہے۔

۱۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: '' آنحضرت ﷺ سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے:'' (تجلیات صفدر۲/۴۰۱)

اس کے بعد نمبر (۲) حدیث کے بارے میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ کر ''موطا محمد'' بھی حوالے کے طور پر لکھا ہوا ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر۲/۴۰۱)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل غلط ہے۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ایسی کوئی روایت سجدوں کی رفع یدین کے متعلق ''موطا محمد'' میں نہیں، لہٰذا یہ اوکاڑوی کا اپنے ہی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

نیز اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حدیث دہم:

عن عبد اللہ بن مسعود رضي اللہ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا کبر سکت ھنیئہ و اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سکت ھنیئۃ و اذا قام فی الرکعۃ الثانیہ لم یسکت وقال الحمدللہ رب العالمین (ابوبکر بن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ جس وقت کہ تکبیر کہتے تھے۔ اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تھے تب بھی تھوڑا سا سکتہ کرتے تھے۔ اور جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو سکتہ نہ کرتے تھے بلکہ کہتے تھے۔ الحمدللہ

رب العالمین'' (تجلیات صفدر ۱۲۵۔۱۲۶ جلد ۳، مجموعہ رسائل ۱۳۸۔۱۳۹ جلد ۳، تحقیق مسئلہ آمین ۲۶۔۲۷)

اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ستمبر ۲۰۰۶ء کو اوکاڑوی کی نقل کردہ اس روایت کے متعلق لکھا تھا کہ ''یہ روایت ہمیں نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں ملی اور نہ مسند ابن ابی شیبہ میں اور نہ حدیث کی کسی اور کتاب میں!'' (الحدیث حضرو نمبر ۲۸ ص ۴۲)

۱۳) الیاس گھمن کے چہیتے محمد عمران صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''حدیث نمبر 4۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ) کی سنن کی پیروی کرو ان کو خوب تھام لو بلکہ ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔

[مشکوۃ ص ۳۰، ابوداود، الترمذی، ابن ماجہ، نسائی]'' (قافلہ۔۔۔جلد ا شمارہ ۲ ص ۴۰)

حالانکہ نسائی کا حوالہ بالکل غلط ہے اور اوکاڑوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۱۴) الیاس گھمن کے ''مولانا'' محمد کلیم اللہ نے الیاس گھمن دیوبندی کا قول یوں نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو فقہاء کے حوالے کیا معجم کبیر طبرانی میں موجود ہے حضرت علی نے سوال کیا یا رسول اللہ اگر کوئی مسئلہ پیش آ جائے جس بارے میں نہ تو کرنے کا حکم ہو اور نا ہی چھوڑنے کا ذکر ہو تو ہم کیا کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا **تشاورون الفقهاء** تم فقہاء سے مشاورت کرو۔''

(قافلہ۔۔۔جلد نمبر ۶ شمارہ ا ص ۵۳)

حالانکہ نہ تو یہ روایت معجم کبیر طبرانی میں موجود ہے اور نہ ہی یہ الفاظ ''**تشاورون الفقهاء**'' حدیث میں موجود ہیں۔

۱۵) آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری دیوبندی نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز'' میں اذان لکھ کر بخاری کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (ص ۴۵)

اسمٰعیل جھنگوی دیوبندی نے اس طرح کے حوالے کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تحفہ اہلحدیث حصہ اول ص ۹۴، نیز دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۴۵ ص ۳۷)

لہٰذا نذیری صاحب کا حوالہ غلط ہونے کی وجہ سے جھنگوی اور اوکاڑوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۱۶) آلِ دیوبند کے مناظر محمد منظور نعمانی نے چار دفعہ اللہ اکبر والی اذان لکھ کر مسلم کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھئے معارف الحدیث (جلد ۳ ص ۱۵۰)

اسمٰعیل جھنگوی دیوبندی نے اس طرح کے حوالے کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تحفہ اہل حدیث ۱/۹۴)

نیز دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۴۵ ص ۳۷)

۱۷) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''اور دوسری وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ آپ نے ایک بار فرمایا کہ وہ سورت کون سی ہے جس کو دو رکعت میں نہ پڑھا جاوے اور نماز ہو جاوے اور یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ امام کے پیچھے نماز پڑھے۔''

(تقریر ترمذی ص ۶۸ باب ما جاء انہ لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب)

تھانوی صاحب کی بیان کردہ روایت کے بارے میں آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عبدالقادر نے لکھا ہے: ''یہ حدیث احقر کو نہیں ملی نہ طرز استدلال سمجھ میں آیا۔''

(تقریر ترمذی ص ۶۸ باب ما جاء انہ لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب حاشیہ نمبر ۱)

۱۸۔۱۹) نیز آل دیوبند یا ان کے اکابر نے اور بھی ایسی روایات بیان کی ہیں، جن کے بارے میں خود آل دیوبند کے محققین نے اعتراف کیا ہے کہ ہمیں یہ روایات نہیں ملیں، مثلاً دیکھئے درس ترمذی (۱/۳۷۶ باب ما جاء فی الحائض تتناول الشئ من المسجد)

درس ترمذی (ج ۲ ص ۱۹۵۔۱۹۶، باب ما جاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب)

آلِ دیوبند کے مزید غلط حوالوں کے لئے دیکھئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون ''پچاس غلطیاں: سہو یا جھوٹ؟'' الحدیث حضرو (نمبر ۶۶ ص ۳۵)

۲۰) سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''اور حضرت الاسود العامریؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع رسول الفجر

فلما انصرف رفع یدیه و دعا۔(رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنف ج ص)

میں نے فجر کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔"

(حکم الذکر بالجہر ص ۱۰۷، نماز مسنون ص ۴۱۰ از صوفی عبدالحمید سواتی)

اس حوالے کو آلِ دیوبند کے "مفتی" محمد عمر نے غلط قرار دیا ہے۔ (دیکھئے چھپے راز حصہ ۴ ص ۵۳)

۲۱) اشرف علی تھانوی نے کہا ہے: "علماء حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ نماز میں اصل ترک ہے یا رفع۔ سو وہ فرماتے ہیں کہ اصل نماز میں سکون ہے اور اس قول کی تائید ہوتی ہے ایک حدیث سے جس کا مضمون ہے کہ صحابہ کرامؓ سلام پھیرتے وقت ہاتھ بھی اٹھایا کرتے تھے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بار یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اثنائے نماز میں تم ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے ہو جیسا کہ گھوڑے اپنی دم کو اٹھا کر دوڑتے ہیں اور آپ نے اس وقت فرمایا اسکنوفی الصلاۃ۔"

(تقریر ترمذی ص ۷۱، باب رفع الیدین عند الرکوع)

جبکہ امجد سعید دیوبندی نے لکھا ہے: "پہلی روایت میں نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع کیا جا رہا ہے جب کہ دوسری دونوں روایتوں میں سلام کرتے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کرنا اور بات ہے اور ہاتھوں کو اٹھانا دوسری بات ہے۔" (سیف حنفی ص ۶۹)

اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے امجد سعید نے لکھا ہے: "اس قسم کی روایتوں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ایک ہی ہیں، جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے...؟" (سیف حنفی ص ۷۰)

تنبیہ: تھانوی صاحب کی بیان کردہ حدیث کے متعلق آلِ دیوبند کے مفتی عبدالقادر نے لکھا ہے: "یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے" (تقریر ترمذی ص ۷۱)

۲۲) آلِ دیوبند کے "مولانا" عبدالمعبود دیوبندی نے لکھا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے:

اللّٰھمَّ اغفرلی ورحمنی و عافنی و اھدنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی (صحیح مسلم ج۱:۱۹۱۔ بیہقی ج۲:۱۲۱)'' (نماز کی مکمل کتاب ص۲۳۳)

حالانکہ یہ دعا دو سجدوں کی صراحت کے ساتھ صحیح مسلم میں بالکل موجود نہیں اور یہ حوالہ اوکاڑوی اور جھنگوی اصول پر جھوٹ ہے۔

۲۳) آلِ دیوبند کے مفتی عبدالشکور قاسمی دیوبندی نے لکھا ہے: ''مسئلہ نماز جنازہ کے لئے میت سامنے رکھی ہو اور امام اس کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ (بخاری ج۱ص ۱۷۷ و مسلم ج۱ص ۳۱۱)''

حالانکہ بخاری و مسلم میں سینے کا لفظ اس مسئلہ میں موجود نہیں۔ لہٰذا یہ اوکاڑوی اور جھنگوی اصول کے مطابق جھوٹ ہے۔

۲۴) قاری محمد طیب دیوبندی مہتمم دار العلوم دیوبند نے سنن ابن ماجہ کی ایک ''ضعیف'' روایت کو صحیح بخاری کی طرف منسوب کر کے کہا: ''صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَ نَبِیُّ اللّٰہِ یُرْزَقُ اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کا رزق دیا جاتا ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ۱۰/۲۲۳، دوسرا نسخہ ۱۰/۳۹۰)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل غلط ہے اور آلِ دیوبند کے اصول پر جھوٹ ہے۔

۲۵) محمد کرم الدین دیوبندی نے لکھا ہے:

''﴿وانحر﴾ کا اظہر اور اشہر معنی یہی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے، جیسے خشوع خضوع کا طریق ہے۔ ایسا ہی تفاسیر درمنثور، معالم التنزیل، تنویر المقیاس، حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات سے یہی معنی لکھا ہے، پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے، دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔''

(آفتاب ہدایت ص۲۳۹، بحوالہ ضرب حق شمارہ ۳ ص ۱۶۔۱۷)

حالانکہ یہ حوالہ بھی بالکل غلط ہے اور اس کتاب پر سرفراز صفدر دیوبندی کی تقریظ بھی ہے۔

محمد زبیر صادق آبادی

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سورۃ فاتحہ کے متعلق ایک اثر اور آلِ دیوبند

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اثر یوں نقل کیا ہے:
''جس کسی نے نماز کی ایک رکعت بھی ایسی پڑھی جس میں اس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر ہاں امام کے پیچھے۔'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۶۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۱)

آل دیوبند کے مفتی جمیل احمد نذیری نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں: ''جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الّا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۱۵۴)

سرفراز صفدر سمیت بہت سے آلِ دیوبند نے اس فرمان کو ترک فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں پیش کیا ہے، ان کے نام مع حوالہ درج ذیل ہیں:

۱: سرفراز خان صفدر (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۶۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۱)

۲: امین اوکاڑوی (تجلیات صفدر ۳/ ۸۷)

۳: محمد یوسف لدھیانوی (اختلاف امت اور صراط مستقیم ۲/ ۴۷، دوسرا نسخہ ص ۳۱۸)

۴: فقیر اللہ دیوبندی (خاتمۃ الکلام ص ۵۷)

۵: انوار خورشید (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۳۶)

۶: الیاس فیصل (نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۰)

۷: حبیب الرحمٰن اعظمی (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/ ۶۶)

۸: امجد سعید (سیف حنفی ص ۸۴)

۹: جمیل احمد نذیری (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۱۵۴)

۱۰: عاشق الٰہی میرٹھی (تذکرۃ الرشید ۱/ ۹۲)

لیکن اکثر آلِ دیوبند یا ان کے اکابر سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان کی دو طرح سے مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ اکثر آلِ دیوبند یا ان کے اکابر کا کہنا ہے کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں، اگر کوئی چاہے تو سورۂ فاتحہ پڑھ لے یا تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے یا پھر کچھ بھی نہ پڑھے تو بھی نماز جائز ہے۔

حوالے پیش خدمت ہیں:

۱) آلِ دیوبند کے ''امام'' محمد بن حسن شیبانی (ابن فرقد) کی طرف منسوب ''موطا'' میں لکھا ہوا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی نے کہا: ''سنت یہ ہے کہ فرضوں کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے اور آخری رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے۔ پس ان میں کچھ بھی نہ پڑھے یا سبحان اللہ سبحان اللہ ہی کہہ لے تو بھی جائز ہے یہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (موطا ابن فرقد ص ۸۱ مترجم حدیث ۱۳۶، دوسرا نسخہ ص ۱۰۱، الحجۃ علیٰ اہل المدینہ ۱/۱۰۶)

۲) آلِ دیوبند کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہوا ہے: ''اور مصلی کو اخیرین میں اختیار ہے اس کی مراد یہ ہے کہ جی چاہے خاموش رہے اور جی چاہے تو پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے یہی امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے۔''

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۲۰۹، ترجمہ جمیل احمد دیوبندی، ہدایہ مع فتح القدیر ۱/۳۲۳)

۳) انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے اور ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے۔''

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۱)

۴) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں نماز درست ہے۔''

(بہشتی زیور حصہ دوسرا ص ۱۸ مسئلہ نمبر ۷ افرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

۵) آلِ دیوبند کے ''مفتی اور شہید'' محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے: ''س... میری

مسجد کے امام صاحب نے ایک دن مغرب کی آخری رکعت میں ایک منٹ سے بھی کم قیام کیا اور رکوع میں چلے گئے نماز کے بعد نمازیوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی جلدی سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو امام صاحب نے کہا کہ مجھے جلدی تھی اس لئے میں نے تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا تھا نماز ہوگئی لیکن میں اس بات سے متفق نہیں ہوں مسجد کمیٹی نے ایک مفتی صاحب سے پوچھا تو مفتی صاحب نے کہا کہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ واجب نہیں مستحب ہے کیا یہ فتویٰ صحیح ہے اگر نہیں تو کیا میری وہ امام صاحب کے ساتھ نماز جائز ہوگی؟

ج... حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قرأت فرض نماز کی صرف پہلی دو رکعتوں میں فرض ہے۔ آخری دو رکعتوں میں واجب نہیں بلکہ ان میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس لئے حنفی مذہب کے مطابق یہ فتویٰ صحیح ہے۔''

(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد دوم ص ۲۱۲۔۲۱۳، نماز میں کیا پڑھتے ہیں)

اب اختصار کے پیش نظر دوسرے دیوبندی مصنفین کی کتابوں کے نام مع حوالہ درج کئے جاتے ہیں جنھوں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم نہیں کی۔

۶) آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند'' محمد کفایت اللہ دیوبندی

(تعلیم الاسلام ص ۱۳۵، دوسرا نسخہ ص ۹۵ حصہ سوم)

۷) آلِ دیوبند کے مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی (چار سو اہم مسائل ص ۳۵)

۸) آلِ دیوبند کے مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی (نماز مسنون ص ۲۸۷)

۹) امین اوکاڑوی (تجلیات صفدر ۶/۲۵۳)

۱۰) قاضی ابویوسف (المبسوط ۱/۱۹)

۱۱) ابن نجیم حنفی (البحر الرائق ۱/۳۱۲، ۳۴۴۔۳۴۵)

۱۲) فتاویٰ عالمگیری (۱/۷۶)

بقول محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی فتاویٰ عالمگیری پر پانچ سو علماء کا اجماع ہے۔

دیکھئے قافلہ... (جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹)

۱۳) منیۃ المصلی (ص۹۰)

یہ سارے کے سارے آل دیو بند یا ان کے اکابر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی یہ بات نہیں مانتے کہ جس نے ایک رکعت بھی سورۂ فاتحہ کے بغیر پڑھی گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ بلکہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے تھانوی صاحب نے تو یہاں تک کہا کہ کچھ حرج نہیں۔

البتہ سرفراز صفدر دیو بندی نے اہلحدیث کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے کہ "جب تم خود سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بات نہیں مانتے تو مخالفین کے خلاف بطور حجت کیوں پیش کرتے ہو؟" جمہور آلِ دیو بند یا ان کے اکابر کے خلاف آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کو واجب قرار دے دیا۔ دیکھئے احسن الکلام (ج۱ ص۱۷۲، دوسرا نسخہ ج۱ ص۳۳۵)

لیکن بات پھر بھی نہ بنی کیونکہ تمام مسلمانوں کے برعکس احناف کے نزدیک فرض اور واجب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دیکھئے درس ترمذی (۲/ ۴۸) الکلام المفید (ص ۲۲۸)

اور واجب کے بارے میں صوفی عبدالحمید سواتی نے لکھا ہے: "یہ ایسا موقوف علیہ ہوتا ہے۔ جس کے وجود سے شئ کا وجود ہوتا ہے اور اس کے انعدام سے شئ کا انعدام نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں نقصان اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے" (نماز مسنون ص ۶۳)

جب آپ نے آلِ دیو بند کے واجب کا مطلب جان لیا ہے تو دیکھئے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے نقصان یا خرابی قرار نہیں دی، بلکہ فرمایا ہے: جس نے ایک رکعت بھی ایسی پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑی گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔

اور بعض آل دیو بند نے اہلِ حدیث کے اعتراض سے بچنے کے لئے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان میں لفظ "رکعۃ" کا ترجمہ ہی نہیں کیا اور ایسا کام اسمٰعیل جھنگوی دیو بندی کے نزدیک بددیانتی ہے۔ (دیکھئے تحفہ اہل حدیث حصہ سوم ص۴۰)

جھنگوی اصول کے مطابق بددیانتی کرنے والے آل دیو بند کے نام درج ذیل ہیں۔

۱: محمد یوسف لدھیانوی دیو بندی (اختلاف امت اور صراط مستقیم ۲/ ۴۷، دوسرا نسخہ ص ۳۱۸)

۲: انوار خورشید دیو بندی (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۳۶)

۳: امجد سعید دیوبندی (سیف حنفی ص ۸۴)

۴: حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی (غیر مقلدین کیا ہیں؟ ۲/۶۶)

۵: آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۱۵۴)

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ جمہور آلِ دیوبند علی الاعلان اور سرفراز صفدر صاحب دبی زبان میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔

یہاں تک تو آخری دو رکعتوں کی بات تھی۔ آل دیوبند اور ان کے اکابر تو پہلی دو رکعتوں میں بھی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً آلِ دیوبند کے ''مفتی'' جمیل احمد نذیری نے لکھا ہے: ''ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے، اور وہ بھی وہ حصہ جو نماز پڑھنے والا بسہولت پڑھ سکے۔ کوئی لازمی نہیں کہ وہ سورۂ فاتحہ ہی ہو، کوئی بھی سورہ ہو سکتی ہے۔'' (رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۱۱۱)

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں لکھا ہوا ہے: ''و ادنی ما یجزئ من القرأة فی الصلوة اية عند ابی حنيفةؒ'' اور قرأت کی ادنی مقدار جو نماز میں کفایت کر جاتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک آیت ہے'' (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/۷۷ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ **''لا تجزئ صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب''** نماز کفایت نہیں کرتی جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ (صحیح ابن حبان: ۱۷۹۴/۱۷۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۰)

الغرض یہ آلِ دیوبند کی عجیب و غریب حرکت ہے کہ جس اثر کو مخالفین کے خلاف بطور حجت پیش کرتے ہیں، خود دو طرح سے اسی اثر کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔

تنبیہ: اگر آلِ دیوبند سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اثر سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت کرتے ہیں تو یہ بات بھی آلِ دیوبند کے خلاف ہے کیونکہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم ظہر و عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت اور آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔'' (ابن ماجہ ۱/۶۱ ح ۸۴۳)

علامہ سندھی علامہ بوصیری سے نقل کرتے ہیں:

"هذا إسناد صحيح رجاله ثقات" (حاشیہ ابن ماجہ ص ۲/۲۷۸)

قارئین کرام! آلِ دیوبند کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں اور آلِ دیوبند کے نزدیک نماز باطل صرف فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ جبکہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بغیر فاتحہ کے پڑھی گئی نماز سرے سے نماز نہ پڑھنے کے مترادف ہے اور آخری دو رکعتوں میں تو جمہور آلِ دیوبند کے نزدیک فاتحہ نہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نماز بالکل صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی آلِ دیوبند کے نزدیک سورۂ فاتحہ غیر ضروری ہے اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ ضروری ہے اور اب آپ غیر ضروری عمل کو ضروری کہنے والوں کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی کے فتوے ملاحظہ کریں:

۱: ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "غیر مقلد حضرات سے عرض ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تم کون ہو فرض کہنے والے۔ کیا تمہیں ابن مسعود کا وہ ارشاد عالی یاد نہیں کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرو اور نماز میں شیطان کا حصہ شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دائیں طرف سے پھرنا (جو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل ہے لیکن ضروری اور فرض واجب نہیں اس کو) ضروری سمجھنا بدعت اور شیطان کا حصہ ہے۔ (بخاری) اس طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض نہیں فرمایا تو تمہارا نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو فرض قرار دینا اپنے جنازہ میں یقیناً شیطان کا حصہ شامل کرنا ہے، کیا ہم غیر مقلدوں سے یہ امید رکھیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ڈریں گے اور اپنے جنازوں کو شیطان کے دخل سے پاک کر لیں گے، ہاں دیکھنا شیطان کی طرح یہ پروپیگنڈہ نہ کرنا کہ فاتحہ کو شیطان کا حصہ کہہ دیا بلکہ غیر ضروری کو ضروری قرار دینے کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کا حصہ فرمایا ہے۔" (تجلیات صفدر ۲/۵۸۲۔۵۸۳)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں، بلکہ صحابی کے قول کو اوکاڑوی نے قولِ رسول بنا دیا ہے جو کہ آلِ دیوبند کے نزدیک کفر ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث: ۶۶ ص ۱۳)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''غیر مقلدین کا کوئی مذہب نہیں ہے، ان کا کام فتنہ فساد اور عوام کو پریشان کرنا ہے۔

ان سے کوئی پوچھے کہ اگر ظہر کے چار فرض کوئی شخص فرض کی نیت سے نہ پڑھے، نفل کی نیت سے پڑھ لے تو کیا اس کی نماز ظہر ہو جائے گی؟ ایک آدمی زکوۃ نہیں دیتا وہ دس روپے کسی کو دے رہا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میری نیت زکوۃ کی نہیں صرف ہدیہ دے رہا ہوں تو کون جاہل کہے گا کہ اس کی زکوۃ ادا ہو گئی؟ دوستو! آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ انما الاعمال بالنیات عمل کا دارومدار نیت پر ہے جب ایک آدمی فرض کی نیت ہی نہیں کرتا بلکہ وہ صاف اس فرض کے فرض ہونے کا انکار کر رہا ہے تو اس کا فرض کیسے ادا ہو جائے گا۔'' (تجلیات صفدر ۲/۵۸۴)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ آلِ دیوبند کے نزدیک سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فتوے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں انھوں نے ایک غیر ضروری عمل کو ضروری قرار نہیں دیا؟ اگر دیا ہے اور یقیناً دیا ہے تو پھر آلِ دیوبند ان کے فتوے کو اپنی دلیل کیوں بناتے ہیں؟

پیارے نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے: ''ابتدا سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری مع تفہیم البخاری ۳/۴۳۰)

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان اور ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصولوں کی روشنی میں آلِ دیوبند اگر امام اور منفرد ہونے کی صورت میں سورۂ فاتحہ پڑھ بھی لیں پھر بھی آلِ دیوبند کی نماز باطل ہی رہے گی کیونکہ ضروری عمل کو غیر ضروری سمجھ کر اگر ادا کر بھی لیا جائے تو ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق وہ ادا نہیں ہوگا اور آلِ دیوبند کے مقتدی کی نماز بھی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور دیوبندی اصول کی رو سے باطل ہی رہے گی کیونکہ انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام کی نماز کے فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۰۵)

محمد زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند اور کوا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: ((خمس من الدواب من قتلهن وهو محرم فلا جناح علیه: العقرب والفأرة والکلب العقور والغراب والحدأة.))"

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں اگر ان کو کوئی حالت احرام میں بھی مار دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں: (۱) بچھو (۲) چوہا (۳) کاٹنے والا کتا (۴) کوا (۵) اور چیل۔
(صحیح بخاری ۱/ ۲۴۶، صحیح مسلم ۱/ ۳۸۱)

راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"من یأکل الغراب؟ وقد سماہ رسول اللّٰہ ﷺ فاسقاً، واللّٰہ! ما هو من الطیبات."**

کون شخص کوا کھائے گا؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے! اللہ کی قسم ہے کہ یہ حلال جانوروں میں سے نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۳۱۷، ابن ماجہ: ۳۲۴۸)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: **"عن النبي ﷺ قال: ((خمس فواسق یقتلن في الحرام: الفأرة والعقرب والحدأة والغراب والکلب العقور.))"**

نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور بدذات ہیں جن کو حالت احرام میں بھی مار سکتے ہیں۔ چوہا، بچھو، چیل، کاٹنے والا کتا اور کوا۔ (صحیح بخاری: ۲۴۶، ۲۶۷، صحیح مسلم ۱/ ۳۸۱، تفہیم البخاری ۱/ ۸۳۸)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: **"أني لا عجب من یأکل الغراب؟ و قد أذن رسول اللّٰہ ﷺ في قتله للمحرم وسماہ فاسقاً و اللّٰہ! ما هو من الطیبات."** مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کوا کھاتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حالت احرام میں بھی قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ اللہ کی قسم ہے کہ کوا حلال پرندوں میں سے نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۳۱۷)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

" **من یأکله بعد قول رسول الله** ﷺ **:فاسقًا .**" یعنی کوے کو کون کھائے گا؟

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے بعد کہ یہ فاسق ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۱ ح ۳۲۴۹)

لیکن اس کے باوجود آلِ دیوبند کے "امام ربانی" رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے ایک سوال کا درج ذیل جواب لکھا ہے: "حلال کوا کھانا

سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کوا کثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

جواب: ثواب ہوگا۔ "

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۳۷ مکتبہ رحمانیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، تالیفات رشیدیہ ص ۴۸۹)

تنبیہ: سلانوالی (ضلع سرگودھا) کے عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ سلانوالی میں دیوبندیوں نے کوؤں کی دیگ پکائی تھی اور کوے کھائے تھے۔

آلِ دیوبند سے گزارش ہے کہ اس قصے کی صحیح صورت الحال واضح کریں۔!!

اعلانات

۱: آلِ دیوبند اور تنقیصِ صحابہ کے لئے دیکھئے محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ کا تحقیقی مضمون (ضربِ حق سرگودھا شمارہ ۲۸، اگست ۲۰۱۲ء)

۲: غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی کی فاسد تاویلات کے جواب کے لئے دیکھئے ابوعبداللہ شعیب محمد سیالکوٹی حفظہ اللہ کا مضمون: "الجوابات الفاضلۃ ..." (ضربِ حق: ۲۸)

۳: انبیاء کی امامت کے بریلوی دعوے (تحریر: ابوعبداللہ شعیب محمد حفظہ اللہ) دیکھئے ضربِ حق (شمارہ ۲۸)

۴: "حسن بن زیاد اللؤلؤی پر محدثین کرام کی جرح" اور ظہور احمد دیوبندی حضروی کا جواب ضربِ حق (شمارہ ۲۹) میں شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

توہین آمیز فلمیں اور ڈرامے

دورِ حاضر میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بنائی گئی فلموں اور ڈراموں کے بارے میں عرض ہے کہ دینِ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ رضی اللہ عنہم پر فلمیں یا ڈرامے تیار کئے جائیں، بلکہ ایسا کرنا صریح توہین ہے اور انبیاء کی گستاخی ہونے کی وجہ سے کفر اور قابلِ حد و تعزیر جرم ہے، نیز صحابۂ کرام کی گستاخی بھی بہت بڑی گمراہی اور حرام ہے۔ ایسی تمام فلمیں اور ڈرامے لکھنا، بنانا، دیکھنا، بیچنا اور خریدنا حرام و ناجائز ہے بلکہ بہت بڑا جرم ہے اور ایسی چیزوں کا ترجمہ کرنے والے بھی اسلام کے مجرم ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر و ارتداد ہے اور صحابۂ کرام کی توہین حرام و بعض حالات میں کفر ہے، نیز اپنے آپ کو نبی کہنے والا اور نبی کی حیثیت سے متعارف کرنے والا فلمی و ڈرامائی شخص کافر ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے مذکورہ فلمیں اور ڈرامے دیکھنے والے اشخاص کو گرفتار کر کے توبہ کروائی جائے اور اگر توبہ نہ کریں تو اُن پر حد یا تعزیر لگائی جا سکتی ہے۔

مذکورہ فلموں اور ڈراموں کی تیاری، خرید و فروخت اور خوشی و رضا سے دیکھنے والے اشخاص و ادارے سب گناہ گار ہیں اور حرام خوری کے مرتکب ہیں۔

ان سب پر لازم ہے کہ سچے دل سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور کتاب و سنت والا راستہ اختیار کریں، جس پر چلنے میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

و ما علینا إلا البلاغ

مصدقین: مولانا عبدالشکور اثری، مولانا عبدالواحد العجمی، مولانا محمد نعیم حفظہم اللہ

(جامعۃ الامام البخاری مقام حیات، سرگودھا)

[۲۰/ ستمبر ۲۰۱۱ء]

Monthly AlHadith Hazro

همارا عزم

- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اورتمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اورضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اورانتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اوراہل باطل پرعلم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اوراسماءالرجال کومدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اورمسلک اہل الحدیث کادفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کابغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہرمخلصانہ اورمفید مشورے کاقدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔
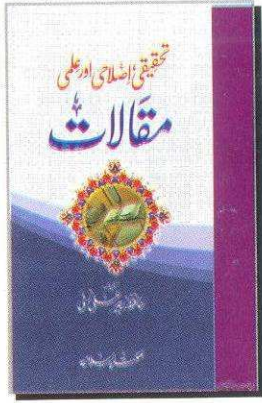
تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات

حافظ زبیر علی زئی کے قلم سے ایسے مضامین کا مجموعہ جس میں توضیحِ عقائد، مسائل کی تحقیق، اسماء الرجال پر سیر حاصل بحث اور اصلاحِ معاشرہ کے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042, 37244973, 37232369

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد-پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

alhadith_hazro2006@yahoo.com

www.zubairalizai.com